میونسٹ پارٹی کا مینی فیسٹو

از

کارل مارکس و فریڈرک اینگلس

اشتمالی منشور

کمیونسٹ مینی فیسٹو

کا اُردو ترجمہ

اِشتمالی منشُور

مُترجِم

ڈاکٹر م۔ ر۔ حسّان

جملہ حقوق بحق "عوامی فکری محاذ" محفوظ ہیں

نام جن کا نہیں کتابوں میں
کام وہ بھی تو کر گئے ہوں گے

هم یه کتاب

کامریڈ عنائت کاشمیری

کے نام معنون کرتے ہیں

(عوامی فکری محاذ)

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر
پیش لفظ	۷
۱۸۷۲ء کے جرمن ایڈیشن کا دیباچہ	۱۵
۱۸۸۲ء کے روسی ایڈیشن کا دیباچہ	۱۷
۱۸۸۳ء کے جرمن ایڈیشن کا دیباچہ	۱۹
۱۸۸۸ء کے انگریزی ایڈیشن کا دیباچہ	۲۰
۱۸۹۰ء کے جرمن ایڈیشن کا دیباچہ	۲۶
۱۸۹۲ء کے پولستانی ایڈیشن کا دیباچہ	۳۳
۱۸۹۳ء کے اطالوی ایڈیشن کا دیباچہ	۳۶
کمیونسٹ پارٹی کا منشور — اشتمالی منشور	۳۹
۱- بورژوازی اور پرولتاریہ	۴۰
۲- پرولتاری اور کمیونسٹ	۵۶
۳- اشتراکی اور اشتمالی ادب	۶۷
(۱) رجعت پرست ادب	
(ا) جاگیری اشتراکیت	۶۸
(ب) پیٹی بورژوا اشتراکیت	۷۰
(پ) جرمن یا "سچی" اشتراکیت	۷۱
(۲) قدامت پسند یا بورژوا اشتراکیت	۷۴
(۳) یوٹوپیائی اشتراکیت اور اشتمالیت	۷۶
۴- موجودہ مختلف ذی اقتدار جماعتوں کے تعلق سے کمیونسٹوں کا موقف	۸۰
۵- حاشیے	۸۲

پیش لفظ

زیرِ نظر کتاب "اشتمالی منشور" کمیونسٹ مینی فیسٹو کا ترجمہ ڈاکٹر م. رحسان جو مارکسی فلسفے کے ایک قابل نظریہ دان، اچھے قلم کار، اور بصیرت مند نقاد تھے، کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ ڈاکٹر حسان نے مارکس اور اینگلس کے مختلف زبانوں انگریزی، جرمن، پولستانی، روسی اور اطالوی ایڈیشنوں پر لکھے گئے، سات دیباچوں سمیت اصل متن کے ترجمے کے بعد ان کے حاشیوں میں منجملہ ۳۵ حاشیئے ہی لکھے تھے کہ چہار شنبہ ۲۷ فروری ۱۹۸۵ء کو کراچی کے نیشنل کارڈیو وسکولر انسٹی ٹیوٹ کے "انتہائی نگہداشت" کے وارڈ میں اپنے ساتھیوں، رفیقوں، مداحوں اور لواحقین کو اشک بار چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئے کیوں کہ کمیونسٹ مینی فیسٹو کا تمام ترجمہ مکمل ہو چکا تھا، ماسوائے اس کے کہ کچھ اور حاشیے، جن کا تعلق اصل متن کی تشریحات سے تھا، لکھے جائیں، سو وہ کام "اردو متن کے مدون" کی حیثیت سے میں نے انجام دیا ہے۔ گو کہ اس ترجمے کا آغاز ڈاکٹر حسان نے بہت پہلے ہی کر دیا تھا، مگر ایک طرف اپنی تدریسی پیشہ ورانہ مصروفیت اور دوسری طرف عملی طور پر مختلف تنظیمی کاموں کے سبب سے ترجمے کا کام آہستہ روی کے ساتھ جاری تھا۔ چوں کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اصل کام تو نظریات کے ساتھ ساتھ عمل ہے۔ تحریک ہے، لوگوں کو متحرک کرنا، اور خود کو متحرک رکھنا ہے اور عمل کے بغیر نظریات محض بھول بھلیاں ہیں اور کارل مارکس کے کہنے کے مطابق "فلسفی دنیا کی تشریح کرتے ہیں، جبکہ صحیح کام تو اُسے بدلنا ہے۔" یہی فکر ڈاکٹر حسان کی تمنا اور آدرش میں رَچ کر اُن کی توانائی بن گئی تھی۔

"اشتمالی منشور" اشتراکیت؛ کمیونزم، کا اوّلین اعلان نامہ اور اشتراکیت کی اساسی کتابوں میں بنیادی اہمیت کی حامل کتاب ہے اور اس کتاب کے ترجمے دنیا کی تقریباً تمام زبانوں میں

ہو چکے ہیں۔ ہندوستان کے ایک کتاب گھر میں دس بارہ چھوٹی بڑی زبانوں کے ترجمے میری نظر سے گزرے ہیں۔ پاکستان کی زبانوں میں خصوصاً اردو زبان کا یہ کوئی نیا ترجمہ نہیں ہے۔ سندھی زبان میں رشید بھٹی کا سکھر سے، سُنا ہے کوئی ترجمہ شائع ہوا ہے مگر میں نے اسے دیکھا نہیں ہے۔ اس وقت ڈاکٹر حسانؔ کی لائبریری میں اردو میں ماسکو سے چھپے ہوئے دوسرے اور تیسرے ایڈیشن بالترتیب ۱۹۷۰ء اور ۱۹۷۵ء کے موجود ہیں۔ اس کے علاوہ بمبئی میں شائع کیا گیا۔ دارالاشاعت کا ایک اُردو ترجمہ جس کو جینت بھٹ نے قادری پریس، نور منزل بمبئی ۱۲ سے چھپوایا ہے موجود ہے لیکن اس کتاب سے نہ تو مترجم کے نام کا علم ہوتا ہے اور نہ ہی کسی سن اور تاریخ کا۔ ایک اور اردو ترجمہ سپیلنہ پبلشنگ ہاؤس انار کلی لاہور کا ہے۔ جس کے ناشر عبدالرؤف ملک ہیں اس کو پاکستان ٹائمز پریس لاہور سے چھپوایا گیا ہے، یہ ترجمہ جیسا کہ عبدالروف ملک نے لکھا ہے کہ تین کمیونسٹ رہنماؤں کی نگرانی میں ہوا ہے پھر بھی مترجم کا۔ اور اُن تین کمیونسٹ رہنماؤں کے نام نہیں دیئے گئے۔ اس ترجمے کا پہلا ایڈیشن ۱۹۴۴ء میں چھپا تھا۔ اس کے بعد نظرِ ثانی کر کے کئی اور ایڈیشن چھاپے جا چکے ہیں۔ بمبئی کے جینت بھٹ کے اُردو ترجمے اور لاہور کے ترجمے میں سوائے کتابت کے اور کوئی بھی سرِ مو فرق نہیں ہے البتہ لاہور سے شائع کیے گئے ترجمے کے آغاز میں "کمیونسٹ مینی فیسٹو" کے اُردو تراجم کی ایک مختصر تاریخ بیان کی گئی ہے اور وہ یہ ہے "سب سے پہلا ترجمہ مولانا ابوالکلام آزاد کے شہرہ آفاق ہفتہ وار اخبار "الہلال" میں شائع ہوا تھا، یہ ترجمہ غالباً عبدالرزاق ملیح آبادی کا کیا ہوا تھا۔ اس ترجمے سے پیشتر اور کسی ترجمے کی نشاندہی ابھی تک نہیں ہو سکی؛ بعد ازاں کئی ترجمے ہوئے لیکن ان کے کوئی نسخے محفوظ نہیں۔ پھر ایک ترجمہ باری (علیگ) مرحوم نے، جو اپنے اشتراکی نظریات کی وجہ سے اشتراکی ادیب کے نام سے مشہور تھے، ان کا یہ ترجمہ "اشتمالی منشور" کے نام سے ۱۹۳۷ء میں شائع ہوا تھا اس ترجمے کو اس وقت کی برطانوی حکومت نے ضبط کر لیا اور ناشر اور مترجم پر مقدمہ چلایا لیکن عدالت نے کتاب پر پابندی کو خلاف ضابطہ قرار دیا، اور حکومت کو پابندی کا حکم واپس لینا پڑا۔ چنانچہ اس ترجمے کی خوب تشہیر ہوئی اور کثیر تعداد میں فروخت ہوا۔"

ماسکو میں چھاپے گئے اردو تراجم میں وہ تمام دیباچوں کے ترجمے بغیر حاشیوں کے

شامل ہیں جو مارکس اور انیگلس نے مختلف اوقات میں مختلف زبانوں کے ایڈیشن پر لکھے ہیں۔ بمبئی اور لاہور کے اردو ترجموں میں ۱۸۸۸ء کے انگریزی ایڈیشن پر انیگلس کا لکھا ہوا دیباچہ اور اس کی کچھ تشریحات شامل ہیں۔ ڈاکٹر حسّان کے زیرِ نظر ترجمے "اشتمالی منشور" میں وہ تمام دیباچے شامل ہیں جو مارکس اور انیگلس نے مل کر لکھے اور ۱۸۸۳ء میں مارکس کی وفات کے بعد انیگلس نے اکیلے ہی لکھے ہیں۔ ان دیباچوں میں بیان کئے گئے حالات، واقعات، تحریکات اور افراد کے متعلق اس وقت کے سماجی، سیاسی اور تاریخی پس منظر میں تحقیقاتی حاشیوں کی موجودگی نئے اور نوجوان نسل کے پڑھنے والوں کے لئے زیادہ مفید ہو گئی ہے اور پھر اصل متن کے تشریحاتی حاشیوں سے پورے منشور کو سمجھنے میں مشکلات باقی نہیں رہیں، اس طرح بلاشبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ "اشتمالی منشور" اردو ترجموں میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔

اظہارِ خیال اور ادائے مطلب کے لئے، ایک قلم کار چابکدستی سے متحرک استعاروں مناسب لفظوں اور رواں اسلوب اور محاوروں کی مدد سے کام لیتا ہوا اپنا خیال پڑھنے والوں تک پہنچا دیتا ہے، خیال اور عبارت ایک دوسرے میں سموتے چلے جاتے ہیں، مگر ترجمے کی صورت میں مترجم کو یہ دقت رہتی ہے کہ خیال جو الفاظ، جملوں، اور محاوروں کی تہہ میں پہلے ہی اُتر چکا ہوتا ہے اور اُس خیال کو دوسری زبان کے ایسے ہی استعاروں، محاوروں اور لفظوں میں ڈھالنا پڑتا ہے جس سے نفسِ مضمون کی مقصدیت بھی قائم رہے تحریر کی روانی اُس کے مزاج اور خیال کا تاثر اور اُس کا پیغام جوں کا توں دوسری زبان میں منتقل ہو جاتے۔ اس لئے ادائے مطلب کے لئے ایسے الفاظ اور محاورے بھی استعمال کرنے پڑتے ہیں جو ہماری مقامی زبانوں میں بھی رائج ہیں، اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے۔ جیسے مارکس اور انیگلس نے اسی منشور میں کہا ہے "انفرادی قوموں کی ذہنی تخلیق مشترکہ ملکیت بنتی جاتی ہے اور قومی یکطرفگی اور تنگ نظری آئے دن ناممکن ہوتی جاتی ہے اور متعدد قومی اور مقامی اَدبوں سے ایک عالمی اَدب پیدا ہوتا ہے۔" چناں چہ ڈاکٹر حسّان کے ترجمے "اشتمالی منشور" میں ایسے لفظ اور محاورے استعمال کئے گئے ہیں جیسے کہ "کرمنڈاری"۔ "انجمن اُپج اٹھتی ہے" "سیاسی جاتے قرار"۔ "پھلانگوں کی نظر کرتے"۔ "ذہانت مندانہ تعاون"۔ "دانع دہ یارسوا کن الزام" وغیرہ وغیرہ، یہ اردو محاورے میں تصرف ہے: الفاظ کے لغوی

معنی کی بنیاد پر اس کے مجازی معنی درست ہیں مترجم نے اِن محاوروں کو تحریر میں اس طرح گوندھ دیا ہے کہ پڑھتے ہوئے محاورے کا مفہوم خود بخود عیاں ہو جاتا ہے۔ یہ ابتدا میں نامانوس لفظ اور اجنبی محاورے معلوم ہوتے ہیں اور ان لفظوں اور محاوروں کی سند اُردو کے قدیم اساتذہ سے نہیں لی جا سکتی، جو مقامی لفظ اور محاورے ہیں وہ آج نامانوس ہیں کل ایسے نہیں رہیں گے کیونکہ جو کل تھا اُس میں بہت کچھ آج نہیں ہے، اور جو آج ہے بہت کچھ کل نہیں رہے گا۔ زبان میں یہ تبدیلی غیر معمولی اور غیر روایتی بھی نہیں ہے، خصوصاً ہمارے ترقی پسند ادیب اور شاعروں نے نصف صدی قبل نئے لفظ گھڑے، نئے محاورے استعمال کئے اور سب سے بڑی بات یہ کہ نئے خیال کے اظہار کے لئے نئی ترکیبیں بنائی ہیں اور یہ سب کچھ ادائے مطلب کی نئی ضرورتیں تھیں۔

یہ ناگزیر تاریخی حقیقت ہے کہ مارکسی فلسفہ جو ہمارے سماج کی ایک اہم ضرورت بن گیا ہے اُس کا پرتو بھی ہمارے نظریات ہماری فکر، اور ہماری سماجی و معاشی زندگی پر گہرے اثرات ڈال رہا ہے تو پھر بلا پس و پیش ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اب مارکسی ادب ہمارے ادب کا ایک فعال حصہ بن چکا ہے۔ ہمارے ملک کی سماجی اور معاشی آب ہوا، اس کی مٹی اس ادب کی تخلیق کے لئے نہایت موزوں ہے اور اس میں جو بیج بویا جا رہا ہے۔ اِس ملک کے زیر دست سماج کے لئے اجنبی نہیں ہے۔

اِن دنوں پاکستان میں احیائے مذہب کا جس شد و مد سے اظہار کیا جا رہا ہے ــ در اصل یہ صدائے بازگشت ہے ان تحریکات کی جو ۱۸۵۷ء میں ہندوستان کی قومی آزادی کی انقلابی جد و جہد کی ناکامی کے نتیجے میں عموماً ہندوستان کے عوام خصوصاً مسلمانانِ ہند کے لئے شروع کر دی گئی تھیں۔ اِن تحریکات کے دو نظریئے مسلمانوں کے زوال اور پس ماندگی کے اسباب کی توجیہ کے طور پر پیش کئے گئے۔ اُن تحریکات کے مبلغین کا اپنا اپنا خیال تھا کہ ہند کے مسلمانوں کے اِس درجہ پستی کے دو الگ الگ محرکات ہیں اور ان کو ختم کر کے ہی مسلمان دوبارہ وہ باوقار مقام حاصل کر سکتے ہیں، جو ان سے چھین لیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک گروہ مذہبی احیاء کا۔ اور دوسرا تعلیمی و تہذیبی احیاء کی تحریک کا تھا۔ ان دونوں تحریکوں کے

نظریوں کا مقصد گو ایک ہی تھا مگر زوال کے عوامل کی نشاندہی دو مختلف وجوہ میں کی گئی تھیں، مذہبی احیائیت کے مبلغ جمال الدین افغانی اور اُن کے بعد کے ہمنوا علماء اس نکتے پر زور دیتے تھے کہ مغربی قوموں خصوصاً انگریزوں کی کُلّی سماجی اور سیاسی بالادستی کا اصل سبب یہ ہے کہ" اُن میں وہ تمام خصوصیات ہیں جو مسلمانوں میں ہونا چاہیئے، اس لئے وہ سربلند ہیں، اور مسلمانوں میں وہ خصلتیں پیدا ہو گئی ہیں جو دراصل کافروں (انگریزوں) کی تھیں" دوسری طرف سر سیّد احمد خاں تھے، جو تہذیبی اور تعلیمی احیائیت کے مبلغ تھے گو وہ بعینہٖ یہی الفاظ استعمال نہیں کرتے تھے، مگر ان کی ساری تحریک کا منشا بھی لگ بھگ یہی تھا کہ" مسلمانوں کے قدیم گم گشتہ عہد زرین" کی تلاش اور اُس کا احیا جدید انگریزی علوم اور اس کے تہذیبی وسیلوں سے ہی ممکن ہے۔ سر سیّد کے ہمنواؤں میں الطاف حسین حالی، ڈپٹی نذیر احمد وغیرہ تھے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، مسلم ایجوکیشن کانفرنس، انجمن حمایت الاسلام ان کے تعلیمی، تہذیبی احیائیت کی مظہر تھیں۔ جو بعد میں انہیں اسلامی تحریکات اور تعلیمی احیاء کی بنیاد پر مولانا شبلی نعمانی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ظفر علی خاں اور سر محمد اقبال نے ایک قدم اور بڑھا کر آزادی وطن کے ذریعے برطانوی استعماریت سے گلو خلاصی چاہی تھی۔ مگر انہیں اپنی آزادی کی سیاست میں برطانوی طرز جمہوریت سے آگے کی راہ سجھائی نہیں دے سکی اور غور سے دیکھا جائے تو اُن کے نظریئے مولانا افغانی کے" پان اسلامزم" سے متصادم ہو گئے تھے۔

۱۸۵۷ء کی قومی آزادی کی جدوجہد کی ناکامی سے ہراساں اور نڈھال دونوں احیائی تحریکوں کے مبلغین کی نظر میں وہ معاشی چالیں، جو برطانوی استعماریت نے ہندستان کے قدیم معاشی بساط کو اُلٹ کر اپنی معیشت جس میں ریلیں اور کارخانے بھی شامل تھے، کی نئی بساط بچھا کر چلیں تھیں۔ کارل مارکس نے ۱۸۴۷ء سے کچھ قبل سماجی اور سیاسی تبدیلیوں اور اُس کے عہد کے متعلق کہا تھا۔" ہر تاریخی عہد میں معاشی پیداوار اور تبادلے کا حاوی طریقہ، اور وہ سماجی تنظیم جو لازماً اسی سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ بنیاد ہوتے ہیں جس پر سماج کی تعمیر ہوتی ہے۔ اور جس کی رہی ہے، اُس عہد کی سیاسی اور ذہنی تاریخ کی توجیہہ کی جا سکتی ہے۔"

کارل مارکس کے اس دعوے سے یہ نتیجہ بالکل نہیں نکالنا چاہیے کہ معاشی پیداوار

اور اس کی سرگرمیاں ہی سماج کے ارتقاء کا واحد سبب ہیں۔ لیکن پھر معاشی حالات سماج کی تبدیلی میں ایک بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ جیسے فریڈرک اینگلس نے کہا ہے کہ تاریخ کا مادی نظریہ یہ ہے کہ تاریخ کی راہ اور سمت کا تعین کرنے میں ضروریات زندگی کی پیدائش سب سے بنیادی سبب ہے لیکن سماج کے ارتقاء میں، طبقاتی جدوجہد کی سیاسی صورتیں، اُس کے نتائج، سیاسی قانونی اور فلسفیانہ نظریئے کے ساتھ ساتھ مذہبی خیالات بھی اثرانداز ہوتے ہیں۔ مارکس اور اینگلس کے اِن ہی سائنسی اصولوں پر اِن احیائی تحریکوں کو پرکھا جاسکتا ہے۔ فلسفیانہ تصورات، مذہبی خیالات اور زندگی کے رویئے، انسانی ذہن میں نہ از خود پیدا ہوتے ہیں، اور نہ ہی کسی "نروان" یا "آسمانی نزول" کا کرشمہ ہوتے ہیں، بلکہ مادی پیداوار، مادی حرکت کے تغیر اور اُن کے حالات سے یہ سارے تصورات، خیالات نظریئے بنتے اور ٹوٹتے رہتے ہیں۔ انسانی سماج اور زندگی پر ان کے دو قسم کے اثرات یا عکس مرتب ہوتے ہیں۔ ایک عکس وہ ہے، جو جامد ہے، جو ہر قسم کے تصورات جو پرانے مادی حالات کے بدل جانے اور اُن کے پیداواری رشتوں کے اندر ٹوٹ پھوٹ ہو جانے کے باوجود بھی اُن کے اثرات کافی مدت تک سماج پر قائم رہتے ہیں اور جن کو فعال بنانے کے لئے ہمیشہ احیائی تحریکوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب نئے مادی حالات، جن سے نئے معاشی رشتے قائم ہو کر نئے مادی تصورات قائم کرتے ہیں تو ان کے عکس کے ٹکراؤ سے سماج میں بحرانی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ انسانی محنت کے نتیجے میں نئے مادی تغیر سے جنم لینے والے، فلسفیانہ تصورات، مادی نظریئے، ترقی پسند خیالات جو خود ایک بڑی فعال طاقت بن جاتے ہیں وہ انقلابی عکس ہی نہیں بلکہ بذات خود انقلابی قوت ہوتے ہیں، جو سماج کو متاثر اور عوام کو متحرک کر کے سماج کے مادی ارتقائی تقاضوں کو پورا کرتے رہتے ہیں اور اس طرح اپنے عہد کی سیاسی اور ذہنی تاریخ مرتب کرتے ہیں۔

اور جامد تصور کے حامی اکثر مبلغین اور مصلحین اپنے گم گشتہ زریں ماضی کے تصورات میں گم اس خیال کی ترویج کرتے ملیں گے کہ ماضی کی طرح آج بھی اگر ہم اُن اصولوں پر عمل کریں تو موجودہ قومی، سماجی اور اخلاقی گراوٹوں کو ختم کر کے دنیا میں سربلند ہو سکتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کی ترویج، مذہبی احیاء کی تحریکوں اور اصلاح شدہ نئے مذہبی فرقوں کے عقائد پر سے اِن کے سرگرم مبلغین اور محرکین کے نظریاتی گہری دُھند اور ان کے مذہبی کُہرے کے پیچھے دیکھا جائے جن سے یہ تحریکیں ڈھکی ہوئی ہیں تو ایک خاص طبقے کی چھاپ اور اُن کے طبقہ واری مفادات کے نقوش، واضح اور صاف نظر آنے لگیں گے اور نیک نیتی سے غور کریں تو یہ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ سماجی اور سیاسی اصلاح کے بارے میں ان کی دلپسند تجویزیں محض بے کار ہیں۔ اَب جب دنیا دو واضح نظریاتی حصوں میں تقسیم ہو چکی ہے اور عالمی سامراج اپنے استحصالی نظام کو جاری رکھنے کے لئے ایک نیا حربہ استعمال کرنا شروع کر دیا ہے کہ ان دو حصوں کے ملکوں کے درمیان متضاد معاشی نظام اور سماجی ناہمواری نہیں بلکہ خدا کے ماننے اور نہ ماننے والوں کے درمیان جنگ ہے اور اگر موجودہ دور کے مذہبی احیاپرست بڑی معصومیت سے اس پر سچ کی مہر لگا دیتے ہیں تو اُن کی یہ مذہبی احیا پرستی، نظریاتی ریاکاری، فریب اور عملی طور پر انسانیت سے غداری اور استحصال کے ظالمانہ نظام کی پشت پناہ بن جائے گی۔ اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس جامد تصور کے رجعت پرستی کے سوتے دراصل عالمی سامراج کی تحکومی کے معاشی نظام سے پھوٹتے ہیں، اور اُن کے اجارے کو تحفظ دینے کا بہانہ ہیں۔

مارکس اور اینگلس کے کمیونسٹ مینی فیسٹو کی اشاعت پر یورپ کے لوگوں نے اس میں "ادبی ندرت" ہی دیکھی تھی۔ اور اس کی "طفلانہ کہانی" کا "آسیب یورپ میں منڈلاتے پھر رہا تھا۔" لیکن آج اس "ادبی ندرت" کی "طفلانہ کہانی" کا "آسیب" ایک افسانہ، کہانی اور واہمہ نہیں رہا بلکہ ایک سائنسی فکر اور نظریہ بن کر نصف دنیا کو حیرت انگیز طور پر ایک غیر طبقاتی سماج کے قیام کے بعد ترقی دے چکا ہے اور بقیہ دنیا کے نصف حصے کو اشتراکیت کے نظریئے کی یہ نمایاں خوبی سمجھا دی ہے کہ اشتراکیت نے بنیادی سیاسی، سماجی اور تہذیبی تبدیلیوں کا محرک اور معمار "محنت کش عوام" کو قرار دیا ہے اور اس نظریئے پر قائم ہونے والی تہذیب و تمدن، خیالات و عقائد کی عمارت، محنت کش عوام کے آلات اور ہنر پر قائم ہو گی جس کو بروئے کار لا کر اس سماج کی اقتصادی لوٹ کھسوٹ کی بنیادوں کو اس لئے بدلنا ہے کہ پورے سماج میں بنیادی تبدیلی لائی جا سکے اور صرف وہی

طبقے اس تبدیلی کے ضامن ہو سکتے ہیں جن کے مفادات ان سے وابستہ ہیں یعنی محنت کش عوام، اب وقت آگیا ہے کہ مارکس، اینگلس کے نظریات اور لینن کی تنظیم کا گہرا مطالعہ کریں اور عملی زندگی میں اسے پرکھیں۔

فصیح الدین سالار

کراچی۔ دوشنبہ ۱۹؍ اگست ۱۹۸۵ء

۱۸۷۲ء کے جرمن ایڈیشن کا دیباچہ

کمیونسٹ لیگ[1]، مزدوروں کی بین الاقوامی انجمن نے جو اس وقت پائے جانے والے حالات کے تحت لامحالہ ایک خفیہ انجمن ہی ہو سکتی تھی، اپنی کانگریس میں جو نومبر ۱۸۴۷ء میں لندن میں منعقد ہوئی تھی، ذیل کے دستخط نگاروں کو پارٹی کا ایک مفصل نظریاتی اور عملی پروگرام اشاعت کے لئے مرتب کرنے پر مامور کیا تھا اور یوں آگے کا منشور وجود میں آیا تھا جس کا مسودہ فروری انقلاب[2] سے چند ہفتوں پہلے طباعت کے لئے لندن پہنچا تھا۔ یہ منشور جو پہلے پہل جرمن میں شائع ہوا تھا، اسی زبان کے کم سے کم بارہ ایڈیشنوں میں جرمنی، انگلستان اور امریکہ میں شائع ہو چکا ہے۔ انگریزی میں یہ پہلی مرتبہ مس ہیلن میک فرلین[3] کا ترجمہ کیا ہوا ۱۸۵۰ء میں "ریڈ ری پبلکن"[4] لندن میں شائع ہوا، اور ۱۸۷۱ء میں کم سے کم تین ترجموں کی صورت میں امریکہ میں ایک فرانسیسی ترجمہ ۱۸۴۸ء میں جون[5] بغاوت سے کچھ قبل پیرس میں اور حال ہی میں نیویارک کے "لے سوشلسٹ"[6] میں نکلا۔ ایک نیا ترجمہ تیاری کے مرحلے میں ہے۔ پہلے پہل اس کے جرمن میں شائع ہونے کے کچھ بعد ایک پولستانی ترجمہ لندن میں نکلا۔ ایک روسی ترجمہ جینوا میں ساتویں دہائی میں شائع ہوا۔ اس کی پہلی اشاعت کے کچھ بعد ڈنمارکی میں بھی اس کا ترجمہ ہوا۔

پچھلے پچیس برس کے دوران میں صورت احوال چاہے کتنی ہی زیادہ بدل گئی ہو لیکن جو عمومی اصول اس منشور میں مرتب کئے گئے ہیں، وہ مجموعی طور پر ہمیشہ کی طرح آج بھی ویسے ہی صحیح ہیں۔ کہیں کہیں کسی تفصیل کو ٹھیک کیا جا سکتا ہے۔ ان اصولوں کا عملی اطلاق، جیسا کہ خود منشور کہتا ہے، ہر جگہ اور ہر زمانے میں ان تاریخی حالات پر منحصر ہو گا جو اس وقت موجود ہوں، اور اسی وجہ سے اُن انقلابی اقدامات پر کوئی خاص زور نہیں دیا گیا ہے، جو حصہ ۲ کے آخر میں تجویز کئے گئے ہیں، وہ ٹکڑا تو آج کئی لحاظ سے مختلف لفظوں میں لکھا جائے گا۔ پچھلے پچیس برس میں جدید صنعت کی دیو آسا پھلانگوں اور ساتھ ساتھ

Miss Helen Macfarlane — Red Republican, London — Le Socialiste

مزدور طبقے کی سدھری اور پھیلی ہوئی جماعتی تنظیم کی نظر کرتے، اُس عملی تجربے کی نظر کرتے جو پہلے فروری انقلاب میں اور پھر اس سے بڑھ کر پیرس کمیون میں حاصل ہوا جہاں پہلی مرتبہ پرولتاریا پورے دو مہینوں تک سیاسی اقتدار پر قابض رہا، یہ پروگرام بعض تفصیلات میں پرانا پڑ گیا ہے۔ کمیون نے خاص طور پر ایک چیز تو ثابت کر دی تھی، وہ یہ کہ "مزدور طبقہ یہ نہیں کر سکتا کہ بس سیاست کی تیار مشنری پر قبضہ کرلے اور اسے خود اپنے مقاصد کے لئے کام میں لے آئے۔" (دیکھیے فرانس میں خانہ جنگی یا بین الاقوامی مزدور انجمن کی جنرل کونسل کا خطبہ لندن، ٹرو لو ۱۸۷۱ء، ص ۱۵) جہاں اس نکتے کو اور واضح کیا گیا ہے۔ اِس کے علاوہ یہ خود ہی ظاہر ہے کہ موجودہ زمانے کے تعلق سے اِشتراکی ادب کی تنقید اُدھوری ہے، اسلئے کہ یہ صرف ۱۸۴۷ء تک ہی پہنچتی ہے، نیز یہ کہ مختلف حزبہائے اختلاف سے کمیونسٹوں کے بارے میں تبصرے (حصہ ۴) اگرچہ اصولاً اَب بھی صحیح ہیں لیکن عملاً پُرانے ہو چکے ہیں، اس لئے کہ سیاسی صُورت حال بالکل بدل گئی ہے، اور تاریخ کی پیش رفت نے اُس میں گنائی ہوئی سیاسی جماعتوں کے بیشتر حصے کا روئے زمین سے صفایا کر دیا ہے۔

لیکن پھر بھی منشور تو ایک تاریخی دستاویز بن چکا ہے جسے تبدیل کرنے کا اب ہمیں کوئی حق نہیں ہے۔ ممکن ہے کوئی بعد کا ایڈیشن ایک ایسے مقدمے کے ساتھ نکل سکے جو ۱۸۴۷ء سے لے کر موجودہ دن تک کے خلاء کو پاٹ دے۔ لیکن یہ مکرر طباعت اتنی غیر متوقع تھی کہ اُس نے ہمیں اِس کی مہلت ہی نہیں دی۔

کارل مارکس، فریڈرک اینگلس

لندن، ۲۴ جون ۱۸۷۲ء

- The Civil War in France: Adoress of the General Council of the International Working Mens Association, London, True Love, 1871 – P. 15.

٭ ک. مارکس اور ف. اینگلس، منتخب تصانیف (ج ۱)، ماسکو، ۱۹۶۲، (ص ۵۱۶ (انگریزی متن کا مدون)

۱۸۸۲ء کے روسی ایڈیشن کا دیباچہ

کمیونسٹ پارٹی کے منشور کا پہلا روسی ایڈیشن، باکونن کا ترجمہ کیا ہوا، ساتویں دہائیوں کے شروع میں کولوکول کے دفتر طباعت نے شائع کیا تھا۔ اس وقت مغرب اس میں (منشور کی روسی ایڈیشن میں) محض ایک ادبی ندرت ہی دیکھ سکا تھا۔ یوں دیکھنا آج ناممکن ہو گا۔

پرولتاری تحریک اُس زمانے میں (دسمبر ۱۸۴۷ء میں) ابھی کتنے محدود میدان پر محیط تھی، اُسے منشور کا آخری حصہ "مختلف ملکوں میں مختلف حزب ہائے اختلاف کے متعلق کمیونسٹوں کا موقف" نہایت واضح طور پر ظاہر کر دیتا ہے چناں چہ روس اور ریاست ہائے متحدہ یہاں غائب ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب روس ساری یورپی رجعت پسندی کی آخری بڑی محفوظ قوت بنا ہوا تھا۔ جب ریاستہائے متحدہ توطن گیری کی بدولت کی زائد پرولتاری قوتوں کو جذب کر لیتا تھا۔ دونوں ملک یورپ کو خام مال مہیا کرتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ اس کی صنعتی پیداواروں کی بکری کے بازار بھی تھے۔ اس لئے اُس وقت دونوں ایک نہ ایک طریقے سے یورپ کے مروجہ نظام کے ستون تھے۔

کتنے ہی مختلف ہیں آج! ہاں یورپی توطن گیری نے شمالی امریکہ کو ایسی بھاری زرعی پیداوار کا اہل بنا دیا ہے جس کا مقابلہ یورپ کی — چھوٹی یا بڑی — زمینی ملکیت کی بنیادیں ہی ہلائے دے رہا ہے، اس کے علاوہ اس نے ریاستہائے متحدہ کو اپنے زبردست صنعتی وسائل کو ایسی توانائی سے اور ایسے پیمانے پر کام میں لانے کے قابل بنا دیا ہے کہ وہ مغربی یورپ کی اور خاص کر انگلستان کی اس صنعتی اجارہ داری کو جو اب تک موجود ہے جلد ہی توڑ ڈالے گا۔ دونوں حالات کا ردعمل خود امریکہ پر انقلابی طریقے سے ہو رہا ہے۔ کاشت کاروں کی چھوٹی اور درمیانی زمینداری جو سارے سیاسی ڈھانچے کی بنیاد ہے، دیوہیکل مزارعوں کے مقابلے سے قدم قدم پیچھے ہٹ رہی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ صنعتی علاقوں میں پہلی مرتبہ ایک بھاری پرولتاریہ اور سرمایوں کا حیرت انگیز ارتکاز ترقی کر رہا ہے۔

اور اب روس ! ۱۸۴۸ء - ۴۹ء کے انقلاب کے دوران میں نہ صرف یورپی بادشاہوں نے بلکہ یورپی بورژوا نے بھی، پرولتاریا سے جو ابھی ابھی جاگنے لگا تھا اپنی ایک ہی نجات روسی مداخلت میں دیکھی۔ زارِ روس کو یورپی رجعت پرستی کا سربراہ مشتہر کر دیا گیا۔ آج وہ گت شینا میں انقلاب کا جنگی قیدی ہے، اور روس یورپ میں انقلابی معرکے کا ہراول بنا ہوا ہے۔

کمیونسٹ منشور کا مقصد تو جدید بورژوا ملکیت کے قریبی خاتمے کا اعلان کرنا تھا جو اٹل ہے۔ لیکن روس میں تیزی سے بڑھتی ہوئی سرمایہ دارانہ ٹھگائی اور بورژوا زمینی ملکیت دوبدو جو ابھی ابھی بڑھنا شروع ہوئی ہے، ہمیں آدھی سے زیادہ زمین کسانوں کی مشترکہ ملکیت میں ملتی ہے۔ اب سوال ہے۔ روسی اوبشینا جس کی اگرچہ بہت کچھ بیخ کنی ہو چکی ہے، لیکن جو اب بھی زمین کی مشترکہ ملکیت کی ایک شکل ہے، لیکن وہ راست کمیونسٹ مشترکہ ملکیت کی اعلاتر شکل اختیار کر سکتی ہے؟ یا اس کے خلاف اُس سے پہلے تحلیل ہو جانے کے اسی عمل سے گزرنا ہوگا جس سے یورپ کا تاریخی ارتقا عبارت ہے؟

اُس کا ایک ہی جواب جو آج ممکن ہے، یہ ہے: اگر روسی انقلاب مغرب میں ایک پرولتاری انقلاب کے لئے ایک اشارہ بن جاتا ہے، اس طرح کے دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کر دیں، تو زمین کی موجودہ روسی مشترکہ ملکیت ایک کمیونسٹ ارتقاء کے نقطہ آغاز کا کام دے سکتی ہے۔

کارل مارکس، فریڈرک انگلس

لندن ۲۱ر جنوری ۱۸۸۲ء

۱۸۸۳ء کے جرمن ایڈیشن کا دیباچہ

موجودہ ایڈیشن کے دیباچے پر افسوس کہ مجھے اکیلے ہی دستخط کرنے ہوں گے، مارکس، وہ شخص کہ یورپ اور امریکہ کا مزدور طبقہ کسی اور سے بڑھ کر جس کا احسان مند ہے۔ "ہائی گیٹ" کے قبرستان میں آرام کر رہا ہے اور اس وقت تک اس کی قبر پہ پہلا سبزہ بھی اُگنے لگا ہے۔ اُن کی موت کے بعد تو منشور پر نظر ثانی یا اضافہ کرنے کا خیال تو اور بھی کم ہی آسکتا ہے۔ اِس سے زیادہ تو میں یہاں نیچے کی بات صراحت کے ساتھ بیان کر دینا پھر سے ضروری سمجھتا ہوں۔

وہ بنیادی خیال جو سماج کے اندر جاری و ساری ہے۔ یہ کہ ہر تاریخی عہد کا معاشی پیداوار اور لازماً اسی سے اُپجنے والا سماج کا ڈھانچہ اس عہد کی سیاسی اور ذہنی تاریخ کی بنیاد ہوتے ہیں؛ یہ کہ نتیجتاً (زمین کی اوّلین برادری وارانہ ملکیت کے خاتمے کے بعد سے) تمام تاریخ طبقاتی کش مکشوں کی، سماجی ارتقاء کے مختلف مرحلوں پر استحصال زدہ اور استحصال کار، محکوم اور حاکم طبقوں کی باہمی کش مکشوں کی تاریخ رہی ہے؛ یہ کہ یہ کش مکش مگر اَب ایک ایسے مرحلے پر پہنچ گئی ہے جہاں استحصال زدہ اور زیرِ دست طبقہ (پرولتاریا) اس طبقے (بورژوازی) سے جو اس کا استحصال کرتا ہے اور اسے زیرِ دست رکھتا ہے، اپنے آپ کو اس کے بغیر آزاد نہیں کر سکتا کہ ساتھ ہی ساتھ تمام سماج کو بھی استحصال، جبر دستی اور طبقاتی کش مکشوں سے ہمیشہ کے لئے چھٹکارا دلائے۔ یہ بنیادی خیال تنہا اور بلا شرکت مارکس کا ہے[٩]۔

میں یہ بات پہلے ہی کئی مرتبہ بیان کر چکا ہوں، لیکن اب تو یہ ضروری ہے کہ خود منشور سے آگے بھی موجود ہے۔

ف۔ اینگلس

لندن ۲۸ جون ۱۸۸۳ء

۱۸۸۸ء کے انگریزی ایڈیشن کا دیباچہ

یہ منشور کمیونسٹ لیگ، مزدوروں کی ایک انجمن کے اعلان نامے کے طور پر شائع ہوا تھا جو پہلے پہل محض جرمن، بعد میں بین الاقوامی اور ۱۸۴۸ء سے پہلے براعظم کے سیاسی حالات کے تحت ناگزیر طور پر ایک خفیہ انجمن تھی۔ لیگ کی ایک کانگریس میں جو لندن میں نومبر ۱۸۴۷ء میں منعقد ہوئی تھی مارکس اور انگلس کو پارٹی کا ایک مکمل نظریاتی اور عملی پروگرام اشاعت کے لئے تیار کرنے پر مامور کیا گیا تھا۔ مسودہ جو جرمن میں جنوری ۱۸۴۸ء میں مرتب کیا گیا تھا، ۲۴ فروری کے فرانسیسی انقلاب سے چند ہفتے پہلے لندن کے طباعت کار کو بھیج دیا گیا تھا۔ ایک فرانسیسی ترجمہ، جون ۱۸۴۸ء کی بغاوت سے کچھ پہلے پیرس میں شائع ہوا تھا پہلا انگریزی ترجمہ، مس ہیلن میک فرلین کا کیا ہوا" جارج جولین ہارنی کے "ریڈ ری پبلکن" لندن، ۱۸۵۰ء میں نکلا تھا۔ ایک ڈنمارکی اور ایک پولستانی ترجمہ بھی شائع ہو چکا تھا۔

جون ۱۸۴۸ء کو پیرس والی بغاوت — پرولتاریا اور بورژوازی کی پہلی بڑی لڑائی — کی شکست نے یورپی مزدور طبقے کے سماجی اور سیاسی ولولوں کو کچھ وقت کے لئے پھر پس منظر میں ڈھکیل دیا۔ اس کے بعد سے اقتدار کی کش مکش جیسا کہ فروری انقلاب سے پہلے ہو رہی تھی۔ پھر سے صرف ملکیت دار طبقے کے مختلف گروہوں ہی کے درمیان ہونے لگی، مزدور طبقہ ایک سیاسی جائے قرار کی جدوجہد اور درمیانی طبقے کے استیصالیوں (ریڈیکلوں) کے انتہا پسند بازو کی حیثیت تک سمٹ کر رہ گیا۔ جہاں کہیں پرولتاریا کی الگ تھلگ تحریکیں زندگی کے آثار دکھاتی رہیں۔ انہیں بیدردی سے کھدیڑ کے مار دیا گیا۔ چنانچہ کمیونسٹ لیگ کی مرکزی مجلس کو، جو اس وقت کولون میں قائم تھی، پروشائی پولیس نے ڈھونڈ نکالا۔ اراکین پکڑ لئے گئے اور اٹھارہ مہینوں کی حراست کے بعد اکتوبر ۱۸۵۲ء میں اُن پر مقدمہ چلایا گیا۔ یہ مشہور "کولون کا کمیونسٹ مقدمہ" ۴ اکتوبر سے ۱۲ نومبر تک چلتا رہا، ان قیدیوں میں سے سات کو تین سے چھ سال تک کی مختلف میعادوں کے لئے ایک قلعے میں قید کر دینے کی سزا دے دی گئی۔ سزا کے فیصلے کے فوراً بعد بچے ہوئے ارکان نے لیگ کو باقاعدہ برخاست کر دیا۔ رہا منشور تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسکے

بعد سے اس کے لئے گمنامی مقدر کردی گئی ہے۔

جب یورپی مزدور طبقے نے حکمران طبقوں پر ایک دوسرے حملے کے لئے پھر سے کافی طاقت حاصل کرلی تو بین الاقوامی مزدور انجمن[۲۵] پیدا ہوگئی۔ لیکن یہ انجمن یورپ اور امریکہ کے تمام مجاہد پرولتاری کو ایک ہی جمعیت کی صورت میں جوڑ دینے کے بین مقصد سے بنائی گئی تھی، وہ یکبارگی اُن اصولوں کا اعلان نہیں کرسکتی تھی جو منشور میں بیان کئے گئے تھے۔ بین الاقوامیہ (انٹرنیشنل) ایک اتنا وسیع پروگرام اختیار کرنے پر مجبور تھا کہ وہ انگریز مزدور انجمنوں کو، فرانس، بلجیم، اطالیہ اور اسپین میں پرودون[۲۵] کے پیروں کو، اور جرمنی میں لاسالیوں[۲۶] کو قابل قبول ہوتا۔ مارکس کو جنہوں نے یہ پروگرام تمام جماعتوں کی طمانیت کے موافق مرتب کیا تھا، وہ تمام تر مزدور طبقے کی ذہنی ترقی پر بھروسہ کرتے تھے۔ جس کا متحدہ عمل اور باہمی بحث سے پیدا ہونا ضروری تھا۔ سرمائے کے خلاف جدوجہد کے خود واقعات اور نشیب و فراز، فتح مندیوں سے بھی زیادہ خود شکستیں یہ کئے بغیر نہیں رہ سکتی تھیں کہ لوگوں کے ذہنوں میں اُن کے من بھاتے چٹکلوں کے ناکافی ہونے کو واضح کردیں، اور مزدور طبقے کی آزادی کے صحیح حالات کے بارے میں اور بھی مکمل بصیرت کے لئے راہ تیار کردیں، اور مارکس صحیح تھے۔ بین الاقوامیہ نے ۱۸۷۴ء میں اپنے ٹوٹنے کے وقت مزدوروں کو جب چھوڑا تھا تو اُن لوگوں کی حالات اس سے بالکل ہی مختلف تھی، جس حالت میں انہیں ۱۸۶۴ء میں پایا تھا۔ فرانس میں پرودونیت[۲۵] اور جرمنی لاسالیت[۲۶] دم توڑ رہی تھی۔ اور یہاں تک کہ قدامت پسند انگریزی مزدور انجمنیں بھی، اگرچہ اُن میں سے بیشتر نے مدتوں پہلے "بین الاقوامیہ" سے اپنا تعلق توڑ لیا تھا، رفتہ رفتہ اس مقام کی طرف بڑھتی جارہی تھیں جہاں پچھلے سال سوانسی میں اُن کا صدر ان کی طرف سے یہ کہہ سکا تھا: "براعظم کی اشتراکیت نے ہمارے لئے اپنی دہشتیں ختم کردی ہیں۔" درحقیقت: منشور کے اُصولوں کو تمام ملکوں کے مزدوروں میں خاصی بیش رفت حاصل ہوچکی تھی۔

بہرحال یہ خود منشور سامنے آگیا جرمن متن تو ۱۸۵۰ء کے بعد سے سوئٹزرلینڈ، انگلستان اور امریکہ میں کئی بار چھپ چکا تھا۔ ۱۸۷۲ء میں اسے نیویارک میں انگریزی میں ترجمہ کیا گیا، جہاں یہ ترجمہ "وڈہل اینڈ کلیفلنس ویکلی" میں شائع ہوا۔ اس انگریزی ترجمے سے نیویارک کے "لیوسیالیسٹ"

Woodhull & Claflin's Weekly —

میں ایک فرانسیسی ترجمہ کیا گیا۔ اُس وقت سے کم سے کم اور دو انگریزی ترجمے، کم وبیش کانٹ چھانٹ کئے ہوئے امریکہ میں شائع ہوئے ہیں اور اُن میں سے ایک انگلستان میں دوبارہ چھاپا گیا ہے۔ پہلا روسی ترجمہ جو باکونن[13] نے کیا تھا، ۱۸۶۳ء کے لگ بھگ جینوا میں ہرزن[14] کے کولوکول کے دفتر سے، اور ایک دوسرا بھی، جو بہادر ویرا زسولچ[15] نے کیا تھا جینوا میں ۱۸۸۲ء میں شائع ہوا۔[16] ایک نیا ڈنمارکی ایڈیشن، سوشیال ڈیموکراتسک ببلوتیک[17]، کوپن ہیگن، ۱۸۸۵ء میں، ایک تازہ فرانسیسی ترجمہ لیسوسیالیست، پیرس، ۱۸۸۵ء میں ملتا ہے۔ اس آخر الذکر سے ایک اسپینی ترجمہ تیار کر کے میڈرڈ میں ۱۸۸۶ء میں شائع کیا گیا جرمن طباعتوں کا تو حساب ہی نہیں کرنا ہے، سب ملا کر کم سے کم بارہ[12] ہوتی ہیں مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ ایک ارمنی ترجمہ جو چند مہینوں پہلے شائع ہونے والا تھا، وہ اس لئے معرض وجود میں نہیں آیا کہ ناشر کوئی کتاب مارکس کے نام کے ساتھ شائع کرنے سے ڈرتا تھا۔ تو مترجم نے خود اُسے اپنی تصنیف کہنا منظور نہیں کیا ——— دوسری زبانوں کے اور بھی ترجموں کے بارے میں میں نے سنا تو ہے لیکن انہیں دیکھا نہیں ہے۔ اس طرح منشور کی تاریخ ایک بڑی حد تک مزدور طبقے کی جدید تحریک کی تاریخ کی عکاسی کرتی ہے؛ اس وقت سارے اشتراکی ادب میں بے شبہ یہی سب سے زیادہ وسیع الاشاعت، سب سے زیادہ بین الاقوامی تصنیف ہے، وہ مشترکہ لائحہ عمل ہے جسے سائبیریا سے لیکر کیلی فورنیا تک لاکھوں مزدوروں نے مان لیا ہے۔

پھر بھی جب یہ لکھا گیا تھا تو ہم اسے ایک اشتراکی منشور نہیں کہہ سکتے تھے۔ ۱۸۴۷ء میں اشتراکیت پسند سمجھے جانے والے ایک طرف تو تھے، مختلف یوٹوپیائی[18] نظاموں کے حامی انگلستان میں اوینیت پسند[18]، فرانس میں فوریئیت[19] پسند، اُن میں سے دونوں کے دونوں محض فرقوں کے درجے تک گھٹ کر رہ گئے تھے، اور رفتہ رفتہ دم توڑتے جا رہے تھے؛ دوسری طرف نِھے انہائی بھانت بھانت کے سماجی عطائی جو سب ہی طریقوں کی مرمت گری کر کے، سرمائے اور منافع کے کسی نقصان کے بغیر، سب ہی طرح کی سماجی تکلیفوں کو رفع کر دینے کا دعوا کرتے

Social, Democratisk Bibliothek

تھے، دونوں صورتوں میں بھی وہ لوگ تھے، جو مزدور طبقے کی تحریک سے باہر تھے۔ اور مدد کے لئے تو خاص "تعلیم یافتہ" طبقوں کی طرف دیکھتے تھے۔ مزدور طبقے کا جو کوئی حصّہ فقط سیاسی انقلابوں کے کافی نہ ہونے کا قائل ہو گیا تھا اور ایک کُلی سماجی تبدیلی کے ضروری ہونے کا اعلان کر چکا تھا، وہ حصّہ اُس وقت اپنے آپ کو کمیونسٹ کہتا تھا۔ یہ ایک ناپختہ نیم تراشیدہ، اور محض جبلّی قسم کا کمیونزم تھا؛ پھر بھی وہ بنیادی نکتے کو پہنچ گیا تھا اور مزدور طبقے میں اتنا طاقت ور تھا کہ فرانس میں کابے[1] کے اور جرمنی میں وائٹ لینگ[2] کے یوٹوپیائی کمیونزم کو جنم دے سکے۔ اس طرح اشتراکیت، ۱۸۴۷ء میں درمیانی طبقے کی تحریک تھی اور کمیونزم تھا مزدور طبقے کی تحریک۔ اشتراکیت کم سے کم براعظم میں تو "معتبر" تھی اور کمیونزم تھا عین برعکس۔ اور جیسا کہ ہمارا خیال شروع ہی سے یہ تھا کہ "مزدور طبقے کی آزادی خود مزدور طبقے کا کام ہونا چاہیئے" اس لئے اس کے بارے میں کوئی تذبذب ہی نہیں ہو سکتا تھا کہ دو میں سے ہمیں کونسا نام اختیار کرنا چاہیئے۔ اِس کے علاوہ اُس وقت سے تو ہم سے یہ بعید تھا کہ اسے ترک کر دیتے۔

منشور ہماری مشترکہ تصنیف ہونے کی وجہ سے یہ بیان کر دینا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ وہ بنیادی فرضیہ جو اس کے مرکزے کی حیثیت رکھتا ہے، وہ مارکس کا حصّہ ہے: کہ ہر تاریخی عہد میں معاشی پیداوار تبادلے کا حاوی طریقہ، اور وہ سماجی تنظیم جو لازماً اُسی سے پیدا ہوتی ہے، وہ بنیاد ہوتے ہیں جس پہ سماج کی تعمیر ہوتی ہے اور جس کی رو سے ہی اُس عہد کے سیاسی اور ذہنی تاریخ کی توجیہہ کی جا سکتی ہے؛ اور یہ کہ نتیجتاً (اُس قدیم قبائلی سماج کے ٹوٹنے کے بعد سے جس میں زمین مشترکہ ملکیت میں ہوتی تھی)، نوعِ اِنسانی کی کل تاریخ طبقاتی کش مکشوں کی، استحصال کار اور استحصال زدہ، حکمراں اور زیر دست طبقوں کے باہمی مناقشوں کی تاریخ رہی ہے؛ یہ کہ اِن طبقاتی کش مکشوں کی تاریخ ارتقاؤں کا ایک ایسا سلسلہ ہے، جس میں اِن دنوں وہ مرحلہ آچکا ہے جہاں استحصال زدہ اور زیر دست طبقہ — پرولتاریا — استحصال کار اور حکمراں طبقے بورژوازی — کے تسلط سے اِس کے بغیر اپنی آزادی حاصل نہیں کر سکتا کہ سارے سماج کو بھی ایک ساتھ اور ہمیشہ کے لئے تمام استحصال، جبر دستی طبقاتی امتیازوں اور طبقاتی کش مکشوں سے آزادی دلا دے

اِس نظریئے سے جیسے میری رائے میں تاریخ کے لئے وہی کرنا ہے جو ڈارون[*] کے نظریئے نے حیاتیات کے لئے کیا ہے۔ ہم دونوں کے دونوں ۱۸۴۵ء سے کچھ برس پہلے ہی سے بتدریج قریب ہوتے جا رہے تھے۔ خود میں نے آزادانہ طور پر اِس کی طرف کتنی پیش رفت کی تھی، یہ میری "انگلستان میں مزدور طبقے کی حالت"[**] سے بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے۔ لیکن جب میں پھر ۱۸۴۵ء کی بہار میں مارکس سے بروسلز میں ملا تو وہ پہلے ہی اُسے مرتب کر چکے تھے اور تقریباً اتنے ہی واضح لفظوں میں اُسے میرے سامنے رکھا جن لفظوں میں میں نے یہاں بیان کیا۔

۱۸۷۲ء کے جرمن ایڈیشن پر ہمارے مشترکہ دیباچے سے یہ اقتباس دے رہا ہوں۔

"پچھلے پچیس برس کے دوران میں صورتِ احوال چاہے کتنی ہی زیادہ بدل گئی ہو لیکن جو عمومی اصول اِس منشور میں مرتب کئے گئے ہیں، وہ مجموعی طور پر ہمیشہ کی طرح آج بھی ویسے ہی صحیح ہیں، کہیں کہیں کسی تفصیل کو ٹھیک کیا جا سکتا ہے۔ اِن اصولوں کا عملی اطلاق، جیسا کہ خود منشور کہتا ہے۔ ہر جگہ اور ہر زمانے میں اُن تاریخی حالات پر منحصر ہوگا جو اُس وقت موجود ہوں اور اسی وجہ سے اُن انقلابی اقدامات پر کوئی خاص زور نہیں دیا گیا ہے جو حصے ۲ کے آخر میں کئے گئے ہیں۔ ۱۸۴۸ء سے جدید صنعت کی دیو آسا پھلانگوں اور ساتھ ساتھ مزدور طبقے کی سدھری اور پھیلی ہوئی جماعتی تنظیم[***] کی نظر کرتے اور اس پر عملی تجربے کی نظر کرتے، جو پہلے فروری انقلاب میں اور اس سے بڑھ کر پیرس کمیون میں حاصل ہوا۔ جہاں پہلی مرتبہ پرولتاریا پورے دو مہینوں تک سیاسی اقتدار پر قابض رہا؛ یہ پروگرام بعض تفصیلات میں پُرانا پڑ گیا ہے۔ کمیون نے خاص طور پر ایک چیز تو ثابت کر دی تھی، وہ یہ کہ "مزدور طبقہ یہ نہیں کر سکتا کہ بس ریاست کی تیار مشنری پر قبضہ کر لے اور اُسے خود اپنے مقاصد کے لئے کام میں لے آئے۔" (دیکھیے

[**] "The Condition of the Working Class in England in 1884" by Frederick Engels. Translated by Florence K. Wischnewetzky, New York, Lovell, London. W. Reeves, 1888.

[***] ۱۸۷۲ء کے اصل متن میں یہ فقرہ کسی اور مختلف طریقے سے لکھا گیا ہے دیکھیے موجودہ ایڈیشن کا صفحہ

فرانس میں خانہ جنگی، بین الاقوامی مزدور انجمن کی جنرل کونسل کا خطبہ، لندن، ٹرولو، ۱۸۷۱ء ص ۱۵ جہاں اس نکتے کو اور واضح کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ خود ہی ظاہر ہے کہ موجودہ زمانے کے تعلق سے اشتراکی ادب کی تنقید ادھوری ہے، اس لئے یہ صرف ۱۸۴۷ء تک ہی پہنچتی ہے؛* نیز یہ کہ مختلف حزب ہائے اختلاف سے کمیونسٹوں کے تعلق کے بارے میں تبصرے (حصہ ۴) اگرچہ اصولاً اب بھی صحیح ہیں لیکن عملاً پرانے ہو چکے ہیں، اس لئے کہ سیاسی صورت حال بالکل بدل گئی ہے، اور تاریخ کی پیش رفت نے اُن میں گنائی ہوئی سیاسی جماعتوں کے بیشتر حصے کا روئے زمین سے صفایا کر دیا ہے۔

لیکن پھر بھی منشور تو ایک تاریخی دستاویز بن چکا ہے جسے تبدیل کرنے کا ہمیں اب کوئی حق نہیں ہے۔"

موجودہ ترجمہ جناب سموئل مور[22] کا ہے جو مارکس کی "سرمایہ" کے بیشتر حصے کے مترجم ہیں۔ ہم نے مل کر اس کی نظر ثانی کی ہے اور میں نے تاریخی اشاروں کی تشریح کرنے والے تھوڑے سے حاشیئے بڑھا دیئے ہیں۔

فریڈرک اینگلس

لندن، ۳۰ جنوری ۱۸۸۸ء

---

* ۱۸۷۲ء کے اصل جرمن متن میں یہ فقرہ کسی قدر مختلف طریقے سے لکھا گیا ہے، دیکھئے موجودہ ایڈیشن کا ص (انگریزی متن مدون) [22] ک۔ مارکس اور ف۔ اینگلس، منتخب تصانیف، ج ۱، ماسکو، ۱۹۶۲ء، ص ۵۱۶ (انگریزی متن کا مدون)

۱۸۹۰ء کے جرمن ایڈیشن کا دیباچہ

اُوپر کا (دیباچہ) لکھے جانے کے بعد منشور کا پھر ایک نیا جرمن ایڈیشن ضروری ہو گیا ہے، اور منشور کے ساتھ بھی بہت کچھ واقع ہو چکا ہے، جسے یہاں قلم بند کر دینا چاہیئے۔

ایک دوسرا روسی ترجمہ ویرا زاسولیچ کا کیا ہوا جنیوا میں ۱۸۸۲ء میں شائع ہوا تھا۔ اس ایڈیشن کا دیباچہ مارکس نے اور میں نے لکھا تھا۔ بدقسمتی سے اصل جرمن مسودہ[٭٭] گم ہو گیا ہے۔ مجھے اس لئے الٹا روسی سے ترجمہ کرنا پڑ رہا ہے جس سے متن میں کسی طرح بھی خوبی پیدا نہیں ہو گی: وہ یوں ہے[٭٭٭]

"کمیونسٹ پارٹی کے منشور کا پہلا روسی ایڈیشن، باکونن کا ترجمہ کیا ہوا، ساتویں دہائیوں کے شروع میں کولوکول کے دفتر طباعت نے شائع کیا تھا۔ اُس وقت مغرب اس میں (منشور کے روسی ایڈیشن میں) محض ایک ادبی ندرت ہی دیکھ سکتا تھا۔ ایسا انداز نظر آج ناممکن ہو گا۔"

پرولتاری تحریک اس زمانے (دسمبر ۱۸۴۷ء) میں ابھی کتنے محدود میدان پر محیط تھی، اسے منشور کا آخری حصہ "مختلف ملکوں میں مختلف حزب اختلاف کے متعلق کمیونسٹوں کا موقف" نہایت واضح طور پر ظاہر کر دیتا ہے۔ چناں چہ روس اور ریاستہائے متحدہ یہاں غائب ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب روس ساری یورپی رجعت پرستی کی آخری بڑی محفوظ قوت بنا ہوا تھا، جب ریاستہائے متحدہ ترک وطن گیری کی بدولت یورپ کی فاضل پرولتاری قوتوں کو جذب کر لیتا تھا۔ دونوں ملک یورپ کو خام مال مہیا کرتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ اس کی

٭٭۔ اینگلس ۱۸۸۲ء کے جرمن ایڈیشن پر اپنے دیباچے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں (انگریزی متن کا مدیر)

٭٭٭۔ دیکھیئے اسی کتاب میں "۱۸۸۲ء کے روسی ایڈیشن کا دیباچہ" اردو مترجم

صنعتی پیداواروں کی فروخت کے لئے بازار بھی بنے ہوئے تھے۔ اس لئے اس وقت دونوں کے دونوں ایک ایک طریقے سے یورپ کے مروجہ نظام کے ستون تھے۔

کتنے ہی مختلف ہیں آج! ہاں یورپی ترکِ وطن گری نے شمالی امریکہ کو ایسی بھاری زرعی پیداوار کا اہل بنا دیا ہے جس کا مقابلہ یورپ کی — چھوٹی اور بڑی — زمینی ملکیت کی بنیادیں بھی ہلائے دے رہا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے ریاستہائے متحدہ کو اپنے زبردست صنعتی وسائل کو ایسی توانائی سے اور ایسے پیمانے پر کام میں لانے کے قابل بنا دیا ہے کہ وہ مغربی یورپ کی خاص کر انگلستان کی اُس صنعتی اجارہ داری کو جواب تک موجود ہے، جلد ہی توڑ ڈالے گا۔ دونوں حالات کا ردِعمل خود امریکہ پر انقلابی طریقے سے ہو رہا ہے۔ کاشت کاروں کی چھوٹی اور درمیانی زمین داری، جو سارے سیاسی ڈھانچے کی بنیاد ہے، دیو ہیکل مزارعوں کے مقابلے سے قدم قدم پیچھے ہٹ رہی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ صنعتی علاقوں میں پہلی مرتبہ ایک بھاری پرولتاریا اور سرمایوں کا ایک حیرت انگیز ارتکاز ترقی کر رہا تھا۔

اب روس! ۱۸۴۸ء تا ۱۸۴۹ء کے انقلاب کے دوران نہ صرف یورپی بادشاہوں نے بلکہ یورپی بورژوا نے بھی پرولتاریا سے، جو ابھی ابھی جاگنے لگا تھا، اپنی ایکمہ ہی نجات روسی مداخلت میں دیکھی۔ زار کو یورپی رجعت پرستی کا سربراہ مشتہر کر دیا گیا۔ آج وہ گت شینا میں انقلاب کا جنگی قیدی ہے، اور روس یورپ میں انقلابی معرکے کا ہراول بنا ہوا ہے۔

کمیونسٹ منشور کا مقصد تو جدید بورژوا ملکیت کے قریبی خاتمے کا اعلان کرنا تھا جو اٹل ہے۔ لیکن روس میں تیزی سے بڑھتی ہوئی ٹھگائی اور بورژوا زمینی ملکیت کے دو بدو جو ابھی ابھی بڑھنا شروع ہوئی ہے، ہمیں آدھی سے زیادہ زمین کسانوں کی مشترکہ ملکیت میں ملتی ہے۔ اب سوال ہے: روسی اوب شینا جس کی اگرچہ بہت کچھ بیخ کنی ہو چکی ہے، لیکن جو اب بھی زمین کی مشترکہ ملکیت کی ایک شکل ہے، کیا وہ راست کمیونسٹ مشترکہ ملکیت کی اعلاتر شکل اختیار کر سکتی ہے؟ یا اس کے برخلاف اُسے پہلے تحلیل ہو جانے کے اُسی عمل سے گزرنا ہوگا جس سے یورپ کا تاریخی ارتقا عبادت ہے؟

اس کا ایک ہی جواب جو آج ممکن ہے، یہ ہے: اگر روسی انقلاب مغرب میں ایک

پرولتاری انقلاب کے لئے ایک اشارہ بن جاتا ہے، اِس طرح کہ دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کردیں، تو زمین کی موجودہ روسی مشترکہ ملکیت ایک کمیونسٹ ارتقا کے نقطۂ آغاز کا کام دے سکتی ہے۔

کارل مارکس ۔ فریڈریک اینگلس

لندن، ۲۱ر جنوری ۱۸۸۲ء"

اسی تاریخ کے لگ بھگ ایک نیا پلستانی ترجمہ جینوا میں "مینی فیسٹ کمیونسٹی تزنی" شائع ہوا۔ اس کے علاوہ ایک نیا ڈنمارکی ترجمہ "سوتسال ڈیموکراتسک ببلیوتیک، کوپن ہاون (کوپن ہیگن) ۱۸۸۵ء میں نکلا ہے۔ بدقسمتی سے یہ بالکل مکمل نہیں ہے، بعض ضروری عبارتیں چھوڑ دی گئی ہیں جن میں، یہ معلوم ہوتا ہے کہ مترجم کو دشواریاں پیش آرہی تھیں، اور مزید یہ کہ کہیں کہیں لاپرواہی کے آثار بھی موجود ہیں جو اس لئے اور بھی ناگوار طور پر نمایاں ہو جاتے ہیں کہ ترجمہ یہ بتاتا ہے کہ اگر مترجم اور تھوڑی سی تکلیف اُٹھاتا تو وہ ایک نہایت ہی عمدہ کام کر ڈالتا۔

ایک نیا فرانسیسی ترجمہ ۱۸۸۵ء میں پیرس کے "لیسوسیالیست" میں نکلا تھا؛ یہی سب سے اچھا ہے جو اب تک شائع ہوا ہے۔

اس آخرالذکر سے ایک اسپینی ترجمہ اسی سال پہلے میڈرڈ کے "ایل سوشلیستا" میں شائع کیا گیا، اور پھر دوبارہ ایک کتابچے کی صورت میں نکالا گیا، "مانی فیستو دیل پارتیدو کمیونستا پور کارلوس مارکس" ای۔ الف اینگلس، مادرد، آدمنیتوالسیون دو ایل سوسیالیستا، ہرنان کورتیس۔ ۸

– Manifest Commuistyczny –

Social Democrakatisk Bibliothek Kjobeenhavin - 1885.

– Manifesto Del Partido Comhunista Por Carlos Marxy, F. Engels, Madrid, Adminstracion De El Socialista, Hernan Cortes 8.

ایک انوکھے واقعے کے طور پر اس کا ذکر بھی کر سکتا ہوں کہ ۱۸۸۷ء میں ایک آرمنی ترجمے کا مسودہ قسطنطنیہ کے ایک ناشر کو پیش کیا گیا تھا، لیکن اُس بھلے مانس کو کوئی ایسی چیز شائع کرنے کی ہمت نہیں ہوئی جس پر مارکس کا نام ہو اور اُس نے یہ تجویز کیا کہ مترجم خود اپنا نام مصنف کے طور پر لکھ دے، جسے موخر الذکر نے بہر حال منظور نہیں کیا۔

انگلستان میں امریکہ کے کم و بیش غیر صحیح ترجموں کے یکے بعد دیگرے بار بار شائع ہونے کے بعد آخر ۱۸۸۸ء میں مستند ترجمہ شائع ہو گیا۔ یہ میرے دوست سیموئل مور کا تھا،[22] اور چھاپے خانے کو بھیجنے سے پہلے ہم دونوں نے مل کر ایک بار پھر اس کی جانچ پڑتال کر لی تھی۔ اُس کا نام ہے: کمیونسٹ پارٹی کا منشور، از کارل مارکس و فریڈرک اینگلس، منظور کردہ انگریزی ترجمہ، تدوین و حاشیہ نگاری از فیڈرک اینگلس، ۱۸۸۸ء لندن، ولیم ریوس، ۱۸۵ فلیٹ اسٹریٹ ای سی۔ میں نے اُس ایڈیشن کے چند حاشیئے موجودہ ایڈیشن میں شامل کر دیئے ہیں۔

منشور کی خود اپنی ایک تاریخ رہ چکی ہے۔ اس کی اشاعت کے وقت سائنسی اشتراکیت کے ہراول کی طرف سے جو اس وقت تک بھی بالکل ہی کثیر الاشاعت نہیں تھا، اُس کی والہانہ قبولیت کے بعد (جیسا کہ پہلے دیباچے میں بیان کئے ترجموں سے ثابت ہو جاتا ہے) اسے جلد ہی اُس رجعت پرستی نے پس منظر میں ڈھکیل دیا جو جون ۱۸۴۸ء میں پیرس کے مزدوروں کی شکست کے ساتھ شروع ہوئی تھی، اور آخر نومبر ۱۸۵۲ء میں کولون کے کمیونسٹوں کی سزا نے اُسے "قانون کی رُو"[23] سے سماج باہر کر دیا۔ مزدوروں کی اس تحریک کے منظر عام سے غائب ہو جانے کے ساتھ ہی جو فروری انقلاب سے شروع ہو گئی تھی، منشور بھی پس منظر میں چلا گیا۔

جب یورپ کے مزدور طبقے نے حکمران طبقوں کی قوت پر ایک نئے دھاوے کے لئے کافی طاقت اکٹھا کر لی تو بین الاقوامی مزدور انجمن وجود میں آ گئی۔ اس کا مقصد یورپ اور امریکہ کے تمام مجاہد مزدور طبقے کو ایک ہی لشکر جرار کی صورت میں باہم جوڑ دینا تھا۔ اس لئے وہ اِن اصولوں سے ابتداء نہیں کر سکتی تھی، جو منشور میں بیان کئے گئے تھے۔ وہ ایک ایسا پروگرام اختیار کرنے پر مجبور تھی جو انگریزی مزدور انجمنوں، فرانسیسی، بلجیمی، اطالوی اور اسپینی پرودونیت[24] پسندوں اور جرمن لاسالیئوں[25] پر دروازہ بند نہ کر دے۔ یہ پروگرام — بین الاقوامیہ کے ضوابط کا ابتدائیہ

——— مارکس نے ایسی استادانہ چابکدستی سے مرتب کیا تھا کہ باکونن اور نراج پسندوں نے تک نے مان لیا۔ اُن خیالات کی آخری جیت کے لئے جو منشور میں پیش کئے گئے تھے، مارکس تمام کا تمام اور تنہا مزدور طبقے کی ذہنی نشوونما پر بھروسہ کرتے تھے جس کا متحدہ عمل اور مباحثہ سے وقوع میں آنا ضروری تھا۔ سرمایہ کے خلاف جدوجہد کے حوادث اور نشیب و فراز اور کامیابیوں سے بڑھ کر شکستیں اس کے سوا کچھ نہیں کر سکتی تھیں کہ لڑنے والوں پر اُن کی ہردگی اکسیروں کے آج تک ناکافی ہونے کو ثابت کر دیں اور اُن کے ذہنوں کو اور زیادہ مزدوروں کی آزادی کے صحیح حالات کی بھرپور سوجھ بوجھ کے قابل بنا دیں۔ اور مارکس صحیح تھے۔ ۱۸۷۴ کا مزدور طبقہ، جب بین الاقوامیہ کا خاتمہ ہوا تھا، ۱۸۶۴ء کے مزدور طبقے سے بالکل مختلف تھا، جب اس کی بنیاد پڑی تھی۔ لاطینی ملکوں میں پرودونیت[21] اور جرمنی میں وہ مخصوص لاسالیت[22] دم توڑ رہی تھی، اور یہاں تک کہ مہا قدامت پسند انگریزی مزدور انجمنیں بھی رفتہ رفتہ اس مقام پر پہنچ رہی تھیں، جہاں ۱۸۸۷ء میں اُن کی سوانسی کانگریس کا صدر اُن کی طرف سے یہ کہہ سکتا تھا، "براعظم کی اشتراکیت نے ہمارے لئے اپنی دہشتیں ختم کر دی ہیں"۔ تو بھی ۱۸۸۷ء تک براعظم کی اشتراکیت تقریباً اسی ایک نظریئے سے عبارت ہو چکی تھی جس کا اعلان منشور میں کیا گیا تھا۔ اس طرح ایک خاص حد تک منشور کی تاریخ ۱۸۴۸ء کے بعد مزدور طبقے کی جدوجہد کی تاریخ کی عکاسی کرتی ہے۔ اس وقت سارے اشتراکی ادب میں بے شبہ یہی سب سے زیادہ وسیع الاشاعت اور سب سے زیادہ بین الاقوامی تصنیف ہے، سائبیریا سے لیکر کیلیفورنیا تک تمام ملکوں کے کئی لاکھ مزدوروں کا مشترکہ پروگرام ہے۔

پھر بھی جب یہ شائع ہوا تھا تو ہم اُسے ایک اشتراکی منشور نہیں کہہ سکتے تھے۔ ۱۸۴۷ء میں دو قسم کے لوگ اشتراکیت پسند سمجھے جاتے تھے، ایک طرف تو مختلف یوٹوپیائی نظاموں کے حامی، خاص طور پر اوینیت[18] پسند انگلستان میں اور فورئیت[19] پسند فرانس میں جن میں سے دونوں کے دونوں اس وقت محض فرقوں کی صورت میں گھٹ گھٹا کر رفتہ رفتہ دم توڑتے جا رہے تھے، دوسری طرف گوناگوں نمونوں کے سماجی عطائی جو اپنی طرح طرح کی ہردگی اکسیروں اور سب ہی قسم کی پیوند کاری کے ذریعے سے سرمائے اور منافع کو ذرا بھی ضرر

پہنچائے بغیر، سماجی خرابیوں کو دُور کر دینا چاہتے تھے۔ دونوں صورتوں میں بھی وہ لوگ جو مزدور تحریک سے باہر کھڑے تھے اور جو مدد کے لئے خاص تعلیم یافتہ طبقوں کی طرف دیکھتے تھے پھر بھی مزدور طبقے کا جو حصّہ اس کا قائل ہو جانے پر کہ فقط سیاسی انقلابات کافی نہیں ہوتے، سماج کی بنیادی تعمیر نو کا تقاضا کر رہا تھا، وہ اِس وقت اپنے آپ کو کمیونسٹ کہتا تھا۔ ابھی یہ ایک نیم تراشیدہ، محض جبلّی، اور معمولاً کچھ نا پختہ کمیونزم تھا پھر بھی یہ اتنا طاقتور تھا کہ یوٹوپیائی کمیونزم کے دو نظاموں کو وجود میں لا سکے۔ فرانس میں کابے کی "ایکاریائی" کمیونزم کو اور جرمنی میں وائٹ لینگ[۲۳] کے، ۱۸۴۷ء میں اشتراکیت کا مطلب، ایک بورژوا تحریک اور کمیونزم کا تھا۔ ایک مزدور طبقے کی تحریک اشتراکیت کم سے کم براعظم میں تو خاصی معتبر تھی، جب کہ کمیونزم تھا عین برعکس۔ اور چونکہ بالکل اُس وقت بھی ہم قطعی طور پر اس رائے کے تھے۔ کہ "مزدور طبقے کی آزادی خود مزدور طبقے کا کام ہونا چاہئیے" اس لئے اس کے بارے میں ہمیں کوئی تامل ہی نہیں ہو سکتا تھا کہ ان دو میں سے ہمیں کونسا نام چن لینا چاہئیے۔ نہ کہ وقت سے پہلے ہمیں کبھی اِس کو ترک کر دینے کا خیال آیا۔ "تمام دنیا کے مزدور متحد ہو جاؤ!" لیکن جواب چند ہی آوازوں نے دیا تھا۔ جب بیالیس برس پیشتر پیرس کے پہلے انقلاب کے عین قبل جس میں پرولتاریا خود اپنے مطالبے لے کر نکل آیا تھا، ہم نے اِن الفاظ میں دنیا کو صدا دی تھی۔ پھر بھی ۲۸ ستمبر ۱۸۶۴ء بین الاقوامی[۲۴] مزدور انجمن میں، جس کی شاندار یاد زندہ ہے، مغربی یورپ کے بیشتر ملکوں کے پرولتاری باہم متحد ہو گئے۔ یہ سچ ہے کہ خود بین الاقوامیہ تو صرف نو برس ہی زندہ رہا۔ لیکن یہ بات کہ تمام ملکوں کے پرولتاریوں کا جو دائمی اتحاد اِس نے پیدا کر دیا تھا؟ وہ ابھی زندہ ہے اور پہلے سے زیادہ مضبوطی کے ساتھ قائم ہے، اِس کے اس دن سے اچھا اور کوئی گواہ نہیں ہے، اِس لئے آج کے دن جب میں یہ سطریں لکھ رہا ہوں تو یورپی اور امریکی پرولتاریا اپنی لڑاکا قوتوں کا معائنہ کر رہا ہے جنھوں نے پہلی مرتبہ لام باندھا ہے۔ لام باندھا ہے ایک فوج کی طرح، ایک جھنڈے تلے، ایک فوری مقصد کے لئے، قانون سازی کے ذریعے سے آٹھ گھنٹے کام کا معیاری دن مقرر کروانا جیسا کہ بین الاقوامیہ کی جینوا کانگریس[۲۵]

نے ۱۸۶۶ء میں اور پھر سے پیرس کے مزدوروں کی کانگریس نے ۱۸۸۹ء میں اعلان کیا تھا۔ اور آج کا نظارہ تمام ملکوں کے سرمایہ داروں اور زمین داروں کو اُنکی آنکھیں کھول کر یہ حقیقت دِکھا دے گا۔ کہ تمام ملکوں کے مزدور آج واقعی متحد ہیں۔

کاش کہ مارکس خود اپنی آنکھوں سے یہ دیکھنے کے لئے ابھی میرے ساتھ ہوتے!

ف۔ اینگلس

لندن پہلی مئی ۱۸۹۰ء

۱۸۹۲ء کے پولستانی ایڈیشن کا دیباچہ

یہ واقعہ کہ کمیونسٹ منشور کا ایک نیا ایڈیشن ضروری ہو گیا ہے، اس سے مختلف خیالات پیدا ہوتے ہیں۔

سب سے پہلے تو یہ کہ یہ بات قابل توجہ ہے کہ ادھر چند دنوں سے منشور گویا براعظم یورپ میں کبیر پیمانہ صنعت کی ترقی کا ایک اشاریہ بن گیا ہے۔ ایک خاص ملک کبیر پیمانہ صنعت جتنی وسیع ہوتی جاتی ہے، اُس نسبت سے اُس ملک کے مزدوروں میں ملکیت دار طبقوں کے متعلق سے بحیثیت مزدور طبقے کے اپنی حالت سے واقف ہونے کی طلب ترقی کرتی جاتی ہے، اُن میں اشتراکی تحریک پھیلتی جاتی ہے، اور منشور کی مانگ بڑھتی جاتی ہے، اس طرح ہر ملک میں نہ صرف مزدور تحریک کی حالت کا بلکہ کبیر پیمانہ صنعت کی ترقی کے درجے کا اندازہ بھی خاصی صحت کے ساتھ منشور کے اُن نسخوں کی تعداد سے لگایا جا سکتا ہے جو اُس ملک کی زبان میں تقسیم ہوتے ہیں۔

اِس لحاظ سے نیا پولستانی ایڈیشن پولستان کی صنعت کی ایک قطعی ترقی کو ظاہر کرتا ہے اور اس میں ذرا بھی شک نہیں ہو سکتا کہ دس برس پہلے پچھلے ایڈیشن کے شائع ہونے کے بعد یہ ترقی واقعی عمل میں آ چکی ہے۔ روسی پولستان، کانگریسی کا پولستان[**]، روسی سلطنت کا ایک بہت بڑا صنعتی علاقہ بن گیا ہے، روس کی کبیر پیمانہ صنعت جب کہ چھدری چھدری بکھری پڑی ہے ـــــ ایک حصہ خلیج فن لینڈ کے اطراف، ایک دوسرا مرکز (ماسکو اور ولادی میر) میں، تو ایک تیسرا

---

* پولستانی ایڈیشن کے دیباچے کا جو ترجمہ یہاں دیا گیا ہے وہ جرمن اصل سے کیا گیا ہے (انگریزی متن کا مدون)

بحیرہ ہائے اسود و آزوف کے ساحلوں کے ساتھ ساتھ، پھر اور بھی دوسرے حصے کہیں اور — تو پولستان کی صنعت نسبتاً ایک چھوٹے سے علاقہ کے اندر بھر دی گئی ہے اور اِس ارتکاز سے پیدا ہونے والے فائدوں اور نقصانوں، دونوں کا مزہ دیکھ رہی ہے۔ روس کا مقابلہ کرنے والے صنعت سازوں نے تو فائدوں کا اس وقت اعتراف کر لیا تھا، جب پولوں کو روسی بنا لینے کی والہانہ آرزو کے باوجود انہوں نے پولستان کے خلاف تامین محصولوں کا مطالبہ کیا تھا، یہ ہے پولستانی صنعت سازوں اور روسی حکومت کے لئے ـــــ نقصانات، تو وہ پولستان کے مزدوروں میں اشتراکی خیالات کی تیز اشاعت اور منشور کی بڑھتی ہوئی مانگ سے ظاہر ہوتی ہے۔

لیکن پولستان کی صنعت کی تیز ترقی جو روس کی صنعت سے آگے نکل چلی ہے، اپنی باری میں پولستان کی قوم کی لازوال قوتِ حیات کا ایک نیا ثبوت اور اس کی قریبی قومی بحالی کی ایک نئی ضمانت ہے اور ایک آزاد طاقت ور پولستان کی بحالی ایک ایسا معاملہ ہے جو صرف پولوں ہی سے نہیں بلکہ ہم سب سے تعلق رکھتا ہے۔ یورپی قوموں کا ایک مخلصانہ بین الاقوامی تعاون صرف اسی وقت ممکن ہے کہ ان میں سے ہر ایک قوم خود اپنے گھر میں خود مختار ہو جائے۔ ۱۸۴۸ء کا انقلاب، جس نے بہر حال پرولتاری جنگ جوؤں کو، پرولتاریہ کے جھنڈے تلے، صرف بورژوازی ہی کا کام کرنے دیا تھا، اِس نے اپنی وصیت کے عاملوں، لوئی[27] بوناپارٹ اور بسمارک[28] کے ذریعے سے اطالیہ، جرمن اور ہنگری کی آزادی بھی پکی کروا لی تھی، لیکن پولستان کے جس نے ۱۷۹۲ء سے انقلاب کے لئے اکٹھے ان تینوں سے زیادہ ہی کام کیا تھا جب ۱۸۶۳ء میں روس کی ایک دس گنا بڑی طاقت کے سامنے جھک گیا تھا تو اُسے خود اُس کے اپنے وسائل کے سہارے چھوڑ دیا گیا تھا۔ اُمراء کا طبقہ پولستان کی آزادی کو نہ قائم ہی رکھ سکا نہ پھر حاصل نہ کر سکا، آج بورژوازی کے لئے یہ آزادی کم سے کم یہی کہا جا سکتا ہے کہ غیر اہم ہے، پھر بھی یہ یورپی قوموں کے ہم آہنگ تعاون کے لئے ایک ضرورت ہے۔ اُسے صرف نوخیز پولستانی پرولتاریا ہی حاصل کر سکتا ہے اور اسی کے ہاتھوں میں وہ

محفوظ ہے۔ اس لئے کہ باقی یورپ کے مزدوروں کو پولستان کی آزادی کی بالکل آتنی ہی ضرورت ہے جتنی خود پولستانی مزدوروں کو۔

ف۔ اینگلس

لندن، ۱۰ فروری ۱۸۹۲ء

۱۸۹۳ء کے اطالوی ایڈیشن کا دیباچہ

اطالوی قاری کے نام

یوں کہنا چاہیئے کہ کمیونسٹ پارٹی کے منشور کی اشاعت کا میل ہو گیا تھا ۱۸ ار مارچ ۱۸۴۸ء کے ساتھ میلان اور برلن کے اُن انقلابوں کے دن کے ساتھ جو اُن دو قوموں کی مسلح بغاوتیں تھیں، جن میں سے ایک براعظم یورپ کے مرکز میں واقع تھی، اور دوسری بحیر متوسط کے مرکز میں، وہ دو قومیں جو اُس وقت تک نفاق اور اندرونی نزع سے کمزور پڑ گئی تھیں اور اس طرح غیر ملکی تسلط کی تابع ہو گئی تھیں۔ اطالیہ آسٹریا کے شہنشاہ کے ماتحت تھا تو جرمنی تمام روسیوں کے زار کے جوئے تلے آ گیا تھا جو اگرچہ زیادہ بالواسطہ تھا لیکن کم موثر نہیں تھا۔ ۱۸ مارچ ۱۸۴۸ء کے عواقب نے اطالیہ اور جرمنی دونوں کو اس ذلت سے چھٹکارا دلا دیا؛ اگر ۱۸۴۸ء سے ۱۸۷۱ء تک ان دو بڑی قوموں کو دوبارہ تشکیل دے کر انہیں کسی طرح پھر اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیا گیا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی جیسا کہ کارل مارکس کہا کرتے تھے، کہ جن لوگوں نے ۱۸۴۸ء کے انقلاب کو کچل دیا تھا وہ بہر حال خود اپنی ہی کوششوں کے برخلاف اسی کی وصیت کے عامل تھے۔

ہر جگہ وہ انقلاب مزدور طبقے کا کارنامہ تھا، یہ مزدور طبقہ ہی تھا جس نے مورچے باندھے تھے اور اپنے خونِ حیات سے رنگ دیتے تھے۔ صرف پیرس کے مزدوروں ہی کا قطعی منشا حکومت کو الٹ دینے سے یہ تھا کہ بورژوا راج کو الٹ دیا جائے۔ لیکن وہ شعور تو اگرچہ اُس اٹل مخاصمت کا رکھتے تھے جو خود اُن کے طبقے اور بورژوازی کے درمیان پائی جاتی تھی، پھر بھی نہ تو ملک کی معاشی ترقی نہ فرانسیسی مزدوروں کے انبوہ کی ذہنی نشوونما ابھی اُس منزل کو پہنچی تھی جو سماج کی تعمیرِ نو کو ممکن بنا دیتی اس لئے آخری پڑتال میں انقلاب کے ثمر سرمایہ دار طبقے نے بٹور لیے۔ دوسرے ملکوں میں

اطالیہ میں، جرمنی میں، آسٹریا میں مزدوروں نے شروع ہی سے اِس کے سوا کچھ نہیں کیا، کہ بورژوازی کو اُٹھا کر اقتدار تک پہنچا دیا لیکن کسی ملک میں بھی بورژوازی کی حکمرانی قومی آزادی کے بغیر ناممکن ہے۔ اس لئے ۱۸۴۸ء کے انقلاب کو اپنے جلو میں قوموں کا اتحاد، اور خود مختاری لے آنا پڑا، جو اب اُن کو اطالیہ، جرمنی اور ہنگری کو حاصل نہیں تھی، پولستان کی باری آ جائے گی۔

اِس طرح اگر ۱۸۴۸ء کا انقلاب ایک اشتراکی انقلاب نہیں تھا تو بھی اس نے اُس انقلاب کے لئے راہ ہموار کر کے، زمین تیار کر دی۔ سارے ملکوں میں کبیر پیمانہ صنعت کو جو زور پہنچا ہے، اُس سے بورژوا راج نے پچھلے پینتالیس برس کے دوران میں ہر جگہ ایک کثیر التعداد، گٹھوان اور طاقتور پرولتاریا پیدا کر دیا ہے۔ اس طرح اس نے منشور کی زبان میں، خود اپنے گورکن تیار کر لئے ہیں۔ ہر ایک قوم کی خود مختاری اور اتحاد کو بحال کئے بغیر پرولتاریا کے بین الاقوامی اتحاد کا، یا مشترکہ مقصدوں کے لئے اِن قوموں کے پُرامن اور ذہانت مندانہ تعاون کا حاصل ہونا نہ ممکن ہو گا۔ ذرا ۱۸۴۸ء سے پہلے حالات کے تحت اطالوی، ہنگری، پولستانی اور روسی مزدوروں کے متحدہ بین الاقوامی اقدام کا تصور تو کیجئے!

اِس طرح ۱۸۴۸ء میں جو لڑائیاں لڑی گئی تھیں وہ بیکار نہیں لڑی گئی تھیں، نہ وہ پینتالیس برس جو ہمیں اِس انقلابی دور سے جدا کر دیتے ہیں، بے مقصد گزرے ہیں، پھل پختہ ہو رہے ہیں، اور میری تمام تمنا بس یہ ہے کہ اِس اطالوی ترجمہ کی اشاعت اطالوی پرولتاریا کی فتح کے لئے اسی طرح اچھا شگون ثابت ہو جس طرح اصل متن کی اشاعت بین الاقوامی انقلاب کے لئے ثابت ہوئی تھی۔

منشور اس انقلابی کردار کے ساتھ پورا پورا انصاف کرتا ہے جو سرمایہ داری نے ماضی میں ادا کیا تھا۔ پہلی سرمایہ دار قوم اطالیہ تھا جاگیردارانہ قرونِ وسطیٰ کے خاتمے اور جدید سرمایہ دارانہ دور کے آغاز کی نشاندہی ایک یکہ گراں ہیکل، ایک اطالوی دانتے[۳۰] کرتا ہے جو قرونِ وسطیٰ کا آخری شاعر بھی ہے اور جدید دور کا پہلا شاعر بھی۔ آج ۱۳۰۰ء

کی طرح ایک نیا تاریخی دور نزدیک آرہا ہے۔ کیا اطالیہ ہمیں وہ نیا دانتے دے گا جو اس نئے، پرولتاری دور کے پیدا ہونے کی ساعت کی نشاندہی کرے گا۔؟

فریڈرک اینگلس

لندن، پہلی فروری ۱۸۹۳ء

اِشتمالی منشور

(کمیونسٹ مینی فیسٹو)

ایک آسیب یورپ میں منڈلا ئے پھر رہا ہے ـــــ کمیونزم کا آسیب ۔ اِس کو دفع کرنے کے لئے، پرانے یورپ کی تمام طاقتیں، ایک مقدس اتحاد میں شامل ہو گئی ہیں. پوپ اور زار، میٹر نیخ[۳۲] اور گیزو[۳۳]، فرانسیسی استیصالی، اور جرمن پولیس کے جاسوس.

کہاں ہے وہ حزبِ اختلاف جس کو اس کے ذی اقتدار مخالفوں نے کمیونسٹ کہہ کر مطعون نہیں کیا؟ کہاں ہے وہ مخالف جماعت جس نے پلٹ کر اور بھی ترقی پسند حزبہائے اختلاف کو نیز! اپنے رجعت پسند حریفوں کو بھی کمیونزم کا رسواکن الزام نہیں پھینک مارا؟

اِس حقیقت سے دو چیزیں اخذ ہوتی ہیں:

۱ ـــــ کمیونزم کو اب تمام یورپی طاقتوں نے بذاتِ خود ایک طاقت مان لیا ہے.

۲ ـــــ یہ بالکل ٹھیک وقت ہے کہ کمیونسٹ ساری دنیا کے سامنے اپنے خیالات، اپنے مقاصد، اپنے رجحانات کو برملا شائع کر کے کمیونزم کے آسیب کی اس طفلانہ کہانی کا جواب خود پارٹی کے ایک منشور سے دے دیں.

اسی غرض سے مختلف قومیتوں کے کمیونسٹوں نے لندن میں جمع ہو کر آگے کا منشور مرتب کیا ہے جو انگریزی، فرانسیسی، جرمن، اطالوی، فلیمنگی، اور ڈنمارک زبانوں میں شائع کیا جائے گا.

•- استیصالی - ریڈیکل (Radical)

—۱—

بورژوازی اور پرولتاریا[34]

سارے سماج کی تاریخ، جو اس وقت تک قائم ہے، طبقاتی کش مکشوں کی تاریخ ہے۔[35]

آزاد اور غلام، پیٹرسی اور پلیبث، جاگیردار اور زرعی غلام، گلڈ اُستاد اور کاریگر، مختصر یہ کہ جبرہ دست اور زیردست سدا ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہو کر کبھی چھپی، کبھی کھلی، ایک بے روک لڑائی لڑتے رہے ہیں، ایک لڑائی جو ہر بار یا تو پورے سماج کی ایک انقلابی تعمیرِ نو پر ختم ہوئی یا لڑنے والے طبقوں کی مشترکہ تباہی پر۔

تاریخ کے اگلے زمانوں میں ہم تقریباً ہر جگہ مختلف درجات میں سماج کی ایک پیچیدہ ترتیب، سماجی مرتبے کی ایک متنوع درجہ بندی پاتے ہیں۔ قدیم روما میں ہمیں پیٹرشی، نائٹ، پلیبث، غلام، قرونِ وسطیٰ میں جاگیردار، متوسل، گلڈ اُستاد، کاریگر، نوآموز، زرعی غلام، پھر ان تمام طبقوں میں ذیلی درجہ بندیاں ملتی ہیں۔[36]

جدید بورژوا سماج نے جو جاگیرداری سماج سے اُٹھا ہے طبقاتی مخاصمتوں کو دُور نہیں کیا ہے۔ اِس نے تو محض پرانے طبقوں کی جگہ نئے طبقے، جبر کے پرانے حالات کی جگہ نئے حالات، کش مکش کی پرانی صورتوں کی جگہ نئی صورتیں قائم کر دی ہیں۔

---

[34] آزاد:۔ قدیم سماج میں، خصوصاً قدیم روما میں، ایک حصہ آزاد افراد پر مشتمل تھا، ان کو تمام شہری حقوق حاصل تھے۔ لیکن ان آزاد لوگوں میں بھی اشراف اور رذیل کا امتیاز موجود تھا (اردو متن کا مدون)

غلام:۔ قدیم روما میں ان کی بڑی تعداد موجود تھی۔ جو مال و اسباب کی طرح خریدے اور بیچے جا سکتے تھے ان کو کوئی بھی شہری حقوق حاصل نہیں تھے۔ ان کا کوئی نہ کوئی مالک ضرور ہوا کرتا تھا۔ بعد کے دور میں یہ اپنے آقاؤں کی طرف سے جنگیں بھی لڑتے تھے۔ (اردو متن کا مدون) پیٹرسی:۔ خاندانی امیر اور طبقہ امراء کے افراد تھے، قدیم

پھر بھی ہمارا عہد بورژوازی کا عہد، یہ خصوصیت رکھتا ہے: اِس نے طبقاتی مخاصمتوں کو سادہ بنا دیا ہے۔ سماج مجموعی طور پر دو بڑے مخالف محاذوں میں، دو بڑے طبقوں بورژوازی اور پرولتاریا میں جو عین ایک دوسرے کے دو بدو کھڑے ہیں، زیادہ سے زیادہ بٹتا جا رہا ہے۔

قرونِ وسطیٰ کے زرعی غلاموں سے ابتدائی بلدوں کے حقوق[۳۴] یافتہ شہری پیدا ہوئے اِن شہریوں سے بورژوازی کے اولین عناصر نے نشوونما پائی۔

امریکہ کی دریافت نے، راس اُمید کا چکر لگانے والی جہازرانی نے، اُبھرتے ہوئے بورژوازی کے لئے نیا میدان کھول دیا۔ شرق الہند اور چین کی منڈیوں، امریکہ کی نوآبادکاری نوآبادیوں کے ساتھ تجارت نے، تبادلے کے وسائل اور عام طور پر اشیاء کی افزائش نے تجارت کو، جہازرانی کی صنعت کو، وہ زور پہنچایا کہ جو پہلے کبھی علم ہی میں نہیں تھا اور اِس کے ذریعے سے جاگیرداری کے متزلزل سماج کے اندر انقلابی عنصر کو تیزی سے نشوونما دی۔

روما اور قرونِ وسطیٰ میں یہ قیصر کے نائب بھی ہوا کرتے تھے ان کو سب سے زیادہ مراعات حکومت سے ملتی تھیں (اردو متن کا مُدن) پلیبیے:۔ عام شہری خصوصاً کنگال اور ارذل، نیچ ذات کے کمتر لوگ جن کے پاس کوئی جائیداد نہیں تھی (اردو متن کا مدن) سَجاگیردار۔ قدیم روما اور قرونِ وسطیٰ میں زمینداروں کی جن میں سے بادشاہ بھی ہوتے تھے، کی حکومت تھی یہ بڑے بڑے زمینی ٹکڑوں کے خودمختار مالک ہوا کرتے تھے۔ جن کے پاس غلاموں اور زرعی غلاموں کی بڑی تعداد ہوا کرتی تھی (اردو متن کا مُدن) زرعی غلام:۔ یہ سب سے زیادہ مظلوم طبقہ تھا وہ جس کھیت میں پیدا ہوتا اُس میں زندگی بھر کے لئے بندھ جاتا تھا۔ یہ کوئی دوسرا پیشہ بھی اختیار نہیں کر سکتا تھا۔ زمین کا مالک اس کا مالک ہوتا تھا (اردو متن کا مُدن) گلڈ:۔ پیشہ ور کاریگروں کی انجمنوں یا برادریوں کو یورپ میں گلڈ کہا جاتا ہے۔ شہری صناع اس انجمن کا استاد مستقل آزاد کارکن ہوتے تھے۔ ان کے ہاتھوں کے نیچے اُجرت پر کام کرنے کے لئے کاری گر ہوتے تھے؛ اور جو کام سیکھنے آتے تھے، وہ نوآموز کہلاتے تھے (اردو متن کا مدن) نائٹ:۔ قدیم روما میں یہ لفظ ساہوکاروں، تاجروں کے لئے استعمال ہوتا تھا (اردو متن کا مدن) متوسل:۔ کسی کا کام کر کے اُس کے عوض میں کچھ رقم حاصل کر لینے والے (اردو متن کا مدن) بلدوں:۔ ابتدائی قصباتی شہر (اردو متن کا مدن)

صنعت کا جاگیرداری نظام جس کے تحت صنعتی پیداوار بند گِلڈوں کا اجارہ بن گئی تھی، اَب نئی منڈیوں کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے لئے کافی نہیں رہا تھا۔ اس کی جگہ کرخنداری نے لے لی۔ گلڈ اُستاد کو کرخندار درمیانہ طبقے نے ایک طرف دھکیل دیا۔ مختلف اجتماعیہ گلڈوں کی باہمی تقسیم محنت، ہر اکھرے کارخانے کی اندرونی تقسیم محنت کے سامنے ناپید ہوگئی۔

اِس عرصے میں منڈیاں برابر پھیلتی رہیں، مانگ برابر بڑھتی رہی یہاں تک کہ کرخنداری بھی اب کافی نہیں رہی۔ اِس پر بھاپ اور مشین نے صنعتی پیداوار میں انقلاب پیدا کر دیا۔ کرخنداری کی جگہ، دیوہیکل صنعت نے، صنعتی درمیانے طبقے کی جگہ صنعتی کروڑپتیوں نے، ساری صنعتی فوجوں کے سرداروں، جدید، بورژواؤں نے لے لی۔

جدید صنعت نے عالمی منڈی قائم کر دی ہے جس کے لئے امریکہ کی دریافت نے راستہ ہموار کیا تھا۔ اِس منڈی نے تجارت کو، جہازرانی کو، بری مواصلات کو بے انتہا ترقی دی ہے۔ اِس ترقی نے اپنی باری میں صنعت کی توسیع پر اثر ڈالا ہے اور جس قدر صنعت، تجارت، جہازرانی، ریلوں کو توسیع ہوئی، اُسی نسبت سے بورژوا طبقے نے ترقی کی، اپنے سرمایے کو بڑھایا، اور ہر طبقے کو جو قرونِ وسطیٰ سے ورثے میں ملا تھا پس منظر میں دھکیل دیا۔

چناں چہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کس طرح خود جدید بورژوازی نشوونما کے ایک طویل طریقِ عمل کو، پیداوار کے اور تبادلے کے طریقوں میں انقلابوں کے ایک سلسلے کا نتیجہ ہے۔

• بند گلڈ: قرونِ وسطیٰ میں ہر جگہ، ہم پیشہ صناعوں: اہلِ حرفہ کی پنچایتیں، انجمنیں: گلڈ ہوا کرتی تھیں۔ ان انجمنوں پر صناعوں کا اجارہ داری تھی۔ اِن کے قواعد وضوابط اتنے سخت تھے، کہ کوئی نیا آدمی ان کی اجازت کے بغیر کسی پیشے کو اپنا نہیں سکتا تھا (اردو متن کا مدوّن)

• کرخنداری: صنعتی پیداوار کا درمیانی ارتقائی نظام، جو سولہویں صدی اور اٹھارویں صدی کے نصف تک جاری تھا۔ اِس نظام میں بہت سے دستکار، دکان یا کارخانے میں جمع ہو کر کام کو مختلف حصوں میں بانٹ کر مکمل کر دیتے تھے۔ یہ تقسیم محنت کے ابتدائی مرحلوں کی نشاندہی کرتا ہے جو ایک کام کے لئے ضروری تھا (اردو متن کا مدوّن)

بورژوازی کی نشوونما کے ہر ہر قدم کے ساتھ اِس طبقے کی ایک یکساں سیاسی پیش قدمی عمل میں آتی گئی۔ بورژوازی جو جاگیری امراء کی فرمانروائی کے تحت ایک دبایا ہوا طبقہ عہدِ وسطی کے کمیون[۳۸] میں ایک ہتھیار بند اور خود حکمراں انجمن، کہیں خودمختار بلدی عمومیہ[۳۹] (جیسے اطالیہ اور جرمنی میں) کہیں بادشاہی کا واجب المحصول "تیسرا طبقہ"[۴۰] (جیسے فرانس میں) بعد میں اصل کرخنداری کے دور میں اُمرائیے کے خلاف یا تو نیم جاگیردارانہ یا مطلق بادشاہی کی طرف کام کرنے والا ایک پاسنگ، اور حقیقت میں عام طور پر تمام بڑی بڑی بادشاہوں کا سنگِ بنیاد تھا، اُس نے جدید صنعت کے اور عالمی منڈی کے قائم ہوجانے کے بعد سے جدید نیابتی ریاست میں خود اپنے لئے بے ساجھے کی سیاسی فرمانروائی حاصل کرلی ہے۔ جدید ریاست کی، عاملہ تو محض کل بورژوازی کے مشترکہ امور کا انتظام کرنے والی ایک مجلس ہے۔ بورژوازی نے تاریخی لحاظ سے ایک انتہائی کردار ادا کیا ہے۔

بورژوازی نے جہاں کہیں غلبہ پایا ہے۔ اُس نے تمام جاگیری، پدری، حیثیاتی تعلقات کا خاتمہ کر دیا ہے، اُس نے بے دردی سے اُن گوناگوں جاگیری بندھنوں کو جنھوں نے اِنسان کو اس کے "فطری بالادستوں" کے ساتھ باندھ دیا تھا، پارہ پارہ کردیا ہے، اور انسان اور انسان کے درمیان کھلی ذاتی خودغرضی کے سوا، کھری "نقد ادائیگی" کے علاوہ اور کوئی رشتہ باقی نہیں چھوڑا ہے۔ اِس نے مذہبی وارفتگی، سورمائی جانثاری کے ولولے کی بدویانہ جذباتیت کی انتہائی ملکوتی سرمستیوں کو خود غرضانہ معاملہ اندیشی کے برفاب میں غرق کردیا ہے۔ اُس نے ذاتی قدر قیمت کو تبادلے کی قدر میں تبدیل کر دیا ہے اور لاتعداد ناقابلِ تنسیخ منشوری آزادیوں کی جگہ وہ واحد بے ضمیر آزادی، آزاد تجارت رائج کردی ہے، مختصر یہ کہ اُس نے استحصال کو جسے مذہبی اور سیاسی التباسوں نے پردے میں چھپا رکھا تھا۔ برہنہ، بے شرمانہ، براہ راست، بہیمانہ استحصال سے بدل دیا ہے۔

بورژوازی نے ہر اُس پیشے سے اُس کا نورانی ہالہ چھین لیا ہے، جس کی ابتک تعظیم کی جاتی تھی، اور جسے احترام آمیز مرعوبیت سے دیکھا جاتا تھا۔ اِس نے طبیب کو، وکیل کو، پادری کو، شاعر کو، صاحبِ علم کو، اپنے تنخواہ دار اُجرتی مزدوروں میں تبدیل

کر دیا ہے۔

بورژوازی نے خاندان پر سے اِس کا جذباتی لبادہ پھاڑ کر پھینک دیا ہے، اور خاندان کے رشتے کو محض پیسے کا رشتہ بنا کر رکھ دیا ہے۔

بورژوازی نے یہ فاش کر دیا ہے کہ یہ نوبت کیسے آئی کہ قرونِ وسطیٰ میں طاقت کی یہ وحشیانہ نمائش، جسے رجعت پسند اتنا سراہتے ہیں، انتہائی مجہولانہ تن آسانی کی صورت میں اپنی صحیح تکمیل کو پہنچی۔ سب سے پہلے اُس نے یہ دکھایا ہے کہ انسان کی کارپردازی کیا کچھ کر سکتی ہے۔ اُس نے وہ عجوبے انجام دیئے ہیں، جو مصری اہرام، رومی کاریزوں اور گاتھی گرجاؤں کو بالکل مات کر دیتے ہیں؛ اِس نے وہ مہمیں سرانجام دی جو قوموں کی، کُلی تمام ہجرتوں کو اور جہادوں کو ماند کر دیتی ہیں۔

بورژوازی پیداوار کے آلات کو اور اُن کے ذریعے پیداوار کے تعلقات کو، اور اُن کے ساتھ سماج کے کُل تعلقات کو پیہم منقلب کئے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اِس کے برعکس پیداوار کے پرانے طریقوں کو بے بدلی صورت میں محفوظ رکھنا اگلے تمام صنعتی طبقوں کے لئے زندہ رہنے کی پہلی شرط تھی۔ پیداوار میں پیہم انقلاب، سارے سماجی تعلقات کی بے روک پراگندگی، دائمی بے یقینی اور بے چینی بورژوا دور کو پہلے کے تمام دوروں سے ممیز کر دیتی ہے۔ سارے بندھے ٹکے، سخت جمے جائے تعلقات اپنی قدیم اور قابلِ تعظیم عصبیتوں اور عقیدوں کے تلنے سمیت صاف ہو جاتے ہیں، سارے نوتشکیل تعلقات اس سے پہلے کہ پکے ہو سکیں، پرانے پڑ جاتے ہیں۔ وہ سب کچھ جو ٹھوس ہوتا ہے، ہوا میں اڑ جاتا ہے، وہ سب کچھ جو مقدس ہوتا ہے بے حُرمت ہو جاتا ہے، انسان آخر صحیح حواس کے ساتھ اپنی زندگی کے حقیقی حالات اور اپنے ہم جنسوں کے ساتھ اپنے تعلقات کا سامنا کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

اپنی مصنوعات کے لئے ایک مسلسل پھیلنے والی منڈی کی ضرورت بورژوازی کو تمام روئے زمین پر رگیدتی پھرتی ہے۔ اُسے ہر جگہ بسیرا لینا پڑتا ہے، ہر جگہ بسنا پڑتا ہے، ہر جگہ ناطے جوڑنے پڑتے ہیں۔

بورژوازی نے عالمی منڈی کو اپنے کام میں لانے کی بناء پر پیداوار اور اصراف کو ہر ملک میں ایک کُلی ہمہ ملکی حیثیت دے دی ہے۔ رجعت پسند بڑے کڑھتے ہیں کہ اُس نے صنعت کے پاؤں تلے سے وہ بنیاد ہی کھسکا دی ہے جس پر وہ قائم تھی۔ تمام دیرینہ اساس قومی صنعتیں تباہ کر دی گئی ہیں یا آئے دن تباہ کر دی جا رہی ہیں۔ انہیں وہ نئی صنعتیں ہٹا دیتی ہیں جن کی ترویج تمام متمدن قوموں کے لئے زندگی اور موت کا سوال بن جاتی ہے۔ وہ صنعتیں جو اب دیسی کچے مال سے نہیں بلکہ اُس خام مال سے گھڑ کے بنائی جاتی ہیں، جو بعید ترین خطوں سے حاصل کیا جاتا ہے؛ وہ صنعتیں، جن کی پیداوار میں گھر ہی میں نہیں بلکہ کرۂ ارض کے ہر حصہ میں صرف میں آتی ہیں۔ پرانی ضرورتوں کی جگہ جن کی تکمیل ملک کی پیداواروں سے ہو جایا کرتی تھی، ہمیں نئی ضرورتیں ملتی ہیں جو اپنی تکمیل کے لئے دُور دُور کی سرزمینوں اور دیاروں کی پیداوار طلب کرتی ہیں۔ پرانی مقامی اور قومی علاحدگی اور خود کفیلی کی جگہ ہر سمت میں باہمی میل جول، قوموں کی عالم گیر باہمی انحصار داری شروع ہو جاتی ہے۔ جیسا مادی پیداوار میں ہوتا ہے۔ ویسا ہی ذہنی پیداوار میں ہوتا ہے۔ انفرادی قوموں کی ذہنی تخلیقیں مشترکہ ملکیت بنتی جاتی ہیں۔ قومی یکطرفگی اور تنگ نظری آئے دن ناممکن ہوتی جاتی ہے اور متعدد قومی اور مقامی ادبوں سے ایک عالمی ادب پیدا ہو جاتا ہے۔

بورژوازی پیداوار کے تمام آلات کی تیز ترقی کے بل پر بے حد آسان ہو جانے والے مواصلاتی وسائل کے بل پر تمام قوموں کو یہاں تک کہ نہایت بربری قوموں کو بھی تمدن کے اندر کھینچ لاتا ہے۔ اِس کی اشیاء کی ہلکی قیمتیں وہ بھاری توپیں ہیں، جن سے وہ ہر دیوارِ چین کو ڈھا دیتا ہے[۲۱]۔ جن سے وہ اجنبیوں کے بارے میں بربریوں کی نہایت منہ زور نفرت کو رام ہونے پر مجبور کر دیتا ہے۔ وہ تمام قوموں کو فنا کر دیئے جانے کی پاداش سے بچنے کے لئے اِس پر مجبور کر دیتا ہے کہ پیداوار کا بورژوا طریقہ اختیار کر لیں؛ وہ انہیں مجبور کر دیتا ہے کہ وہ چیز جسے وہ تمدن کہتا ہے، اپنے ہاں رائج کر دیں، یعنی خود بھی بورژوا بن جائیں۔ مختصر یہ کہ وہ خود اِس کی اپنی شبیہہ کے مطابق ایک دنیا تخلیق کر لیتا ہے[۲۲]۔

بورژوازی نے دیہاتوں کو شہروں کے عمل داری کے تابع کر دیا ہے[۴۳]۔ اس نے غدار شہر پیدا کر دیئے ہیں، دیہی آبادی کے مقابلے میں شہری آبادی کو خوب بڑھا دیا ہے اور اس طرح آبادی کے ایک کثیر حصے کو دیہاتی زندگی کے گھامڑ پن سے چھٹکارا دلا دیا ہے۔ جس طرح اس نے دیہاتوں کو شہروں کا انحصار دار بنا دیا، بالکل اسی طرح بربری اور نیم بربری ملکوں کو متمدن ملکوں کا، کسانوں کی قوموں کو بورژواؤں کی قوموں کا، مشرق کو مغرب کا انحصار دار بنا دیا ہے۔

بورژوازی آبادی کی پیداواری وسائل اور ملکیت کی منتشر حالت کو زیادہ سے زیادہ روز بروز دور کرتا جاتا ہے۔ اس نے آبادی کو اکٹھا کر دیا ہے، پیداواری وسائل کو مرکزنا دیا ہے، اور ملکیت کو چند ہاتھوں میں جمع کر دیا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ تھا سیاسی مرکزیت۔ وہ خود مختار یا محض ڈھیلے ڈھالے طور پر ملے ہوئے صوبے جن کے مفادات قوانین، حکومتیں، اور محصول اندازی کے نظام الگ الگ تھے، وہ ایک قوم کی صورت[۴۴] میں آپس میں اکٹھا ہو گئے جس کی حکومت ایک، قوانین کا مجموعہ ایک، قومی طبقاتی مفاد ایک، سرحد ایک، اور درآمدی محاصل کا نظام ایک ہے۔

بورژوازی نے مشکل سے ایک سو سالہ کی حکمرانی کے دوران میں ان سے بھی بھاری بھر کم اور ان سے بھی گراں ڈیل پیداواری قوتیں تخلیق کر لی ہیں جتنی کہ پچھلی تمام نسلوں نے مل کر کی تھیں۔ انسان سے فطرت کی قوتوں کی مغلوبیت، کلیں، صنعت اور زراعت میں کیمیا کا استعمال، دخانی جہازرانی، ریلیں، تار برقی کاشت کاری کے لئے پورے کے پورے براعظموں کی صفائی، دریاؤں سے نہر کنی، زمین کے اندر سے جادو سے نکال کر لائی ہوئی ساری آبادیاں ـــــ کیا پچھلی صدی کو یہ گمان تک گزرا تھا کہ اجتماعی محنت کی گود میں ایسی ایسی پیداواری قوتیں سوئی پڑی تھیں۔ ؟

پھر ہم یہ دیکھتے ہیں: پیداوار کے اور تبادلے کے وسائل جن کی بنیاد پر بورژوازی نے اپنے آپ کو بنایا تھا، جاگیری سماج میں پیدا ہوئے تھے۔ پیداوار اور تبادلے کے ان وسائل کی نشوونما کے ایک خاص مرحلے پر وہ حالات جن کے تحت جاگیری سماج پیداوار

اور جسے ادلہ عمل میں لاتا تھا، زراعت اور کرخنداری صنعت کی جاگیری تنظیم مختصر لفظوں میں ملکیت کے جاگیری تعلقات اب ترقی یافتہ پیداواری قوتوں سے ہم آہنگ نہیں رہے تھے ، وہ اتنی ہی زنجیریں بن گئے تھے۔ انہیں پارہ پارہ کر دینا تھا ، انہیں پارہ پارہ کر دیا گیا۔ اُن کی جگہ آزاد مقابلے نے قدم رکھا جو اپنے موافق بنا ہوا ایک سماجی اور سیاسی ڈھانچہ اور بورژوا طبقے کا معاشی اور سیاسی راج ساتھ لے کر آیا۔

ایسی ہی ایک حرکت خود ہماری آنکھوں کے سامنے جاری ہے۔ پیداواری تبادلے اور ملکیت سے متعلق اپنے تعلقات کو لئے ہوئے یہ جدید بورژوا سماج، جس نے جادو کے پیداوار اور تبادلے کے ایسے ایسے دیوپیکر وسائل پیدا کر لئے ہیں، اُس جادوگر کی مانند ہے جو اب پاتال کی شکتیوں کو بس میں رکھنے کے قابل نہیں ہے، جنھیں اس نے اپنے منتروں سے پاس بلا لیا ہے۔ پچھلے کئی دہوں سے صنعت اور تجارت کی تاریخ تو محض پیداوار کے جدید حالات کے خلاف اور اُن ملکیتی تعلقات کے خلاف جو بورژوازی اور اُس کے راج کی بقا کی شرطیں ہیں، جدید پیداواری قوتوں کی بغاوت کی تاریخ ہے اُن تجارتی بحرانوں کا ذکر کر دینا کافی ہے جو اپنی میعادی بازگشت سے پورے بورژوا سماج کے وجود کو ہر مرتبہ اور زیادہ خطرناک طور پر آزمائش میں ڈال دیتے ہیں۔ ان بحرانوں میں صرف موجودہ پیداواروں کا بلکہ پہلے کی تخلیق کی ہوئی پیداواری قوتوں کا بھی بڑا حصّہ میعاد بہ میعاد تلف کر دیا جاتا ہے۔

اِن بحرانوں میں ایک وبا پیداوار کی وبا پھوٹ پڑتی ہے۔ جو اگلے زمانوں میں ایک بوالعجبی معلوم ہوتی۔ سماج یکایک اپنے آپ کو پھر سے وقتی بربریت کی حالت میں رکھا ہوا پاتا ہے؛ یوں نظر آتا ہے گویا ایک قحط نے، ایک عالم گیر تباہ کن جنگ نے ہر ذریعہ معاش کی فراہمی کو منقطع کر دیا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صنعت و تجارت تباہ ہو گئی ہے؛ اور کیوں؟ اس لئے کہ تمدن حد سے زیادہ، وسائل معاش حد سے زیادہ، صنعت حد سے زیادہ، تجارت حد سے زیادہ ہو جاتی ہے جو پیداواری قوتیں سماج کے اختیار میں ہیں وہ اب بورژوا ملکیت کے حالات کو مزید ترقی نہیں دینے پاتی ہیں؛ اِس کے برعکس وہ ان

حالات کے لئے حد سے زیادہ طاقتور ہو گئی ہیں، جنھوں نے اُن کو پابہ زنجیر کر رکھا ہے، اور جیسے ہی وہ ان زنجیروں پر غلبہ پا لیتی ہیں، سارے بورژوا سماج میں ابتری پیدا کر دیتی ہیں، بورژوا ملکیت کو خطرے میں ڈال دیتی ہیں۔ بورژوا سماج کے حالات اتنے تنگ دامن ہیں کہ اپنی پیدا کی ہوئی دولت کا احاطہ کر کے نہیں رکھ سکتے۔ اور بورژوازی ان بحرانوں پر قابو کیسے پاتا ہے؟ ایک طرف پیداواری قوتوں کے ایک انبار کی جبری تباہی کے ذریعے؛ سے دوسری طرف نئی منڈیوں کی تسخیر اور پرانی منڈیوں کے اور بھرپور استعمال کے ذریعے سے، یعنی اور وسیع تر، اور تباہ کن بحرانوں کے لئے راستہ بنا کر اور اُن کے وسائل کو گھٹا کر جن سے بحرانوں کی روک تھام کی جاتی ہے۔

وہ ہتھیار جن سے بورژوازی نے جاگیرداری کو زمین پر ڈھیر کر دیا تھا اب خود بورژوازی کے خلاف پلٹ گئے ہیں۔

لیکن بورژوازی نے صرف وہ ہتھیار ہی نہیں ڈھالے ہیں جو خود اس کی ہلاکت کا باعث ہوتے ہیں بلکہ اُس نے وہ لوگ — جدید محنت کار طبقہ — پرولتاری بھی پیدا کر لئے ہیں جو یہ ہتھیار اٹھانے والے ہیں۔

جس قدر سے بورژوازی یعنی سرمایہ نشوونما پاتا ہے اُسی نسبت سے پرولتاریہ جدید محنت کار طبقہ بھی نشوونما پاتا ہے۔ اُن مزدوروں کا طبقہ جو صرف اُس وقت تک زندہ رہتے ہیں جب تک کہ انہیں کام ملتا ہے، اور جنھیں صرف اس وقت تک کام ملتا ہے جب تک کہ اُن کی محنت سرمایہ کو بڑھاتی ہے۔ یہ مزدور جنھیں اپنے آپ کو تھوڑا تھوڑا بیچنا[۲۵] پڑتا ہے، تجارت کی دوسری شئے کی طرح ایک بکاؤ جنس ہیں اور اس وجہ سے مقابلے کے ہیر پھیر اور بازار کے سارے اتار چڑھاؤ کے تابع ہوتے ہیں۔

مشینوں کے وسیع استعمال اور محنت کی تقسیم کے باعث پرولتاریوں کے کام نے ساری انفرادی حیثیت اور اس کے نتیجے میں محنت کار کے لئے ساری دلفریبی کھو دی ہے[۲۶]۔ وہ مشین کا تتمہ بن جاتا ہے اور یہ صرف ایک نہایت سادہ سپاٹ اور نہایت سہل آموز سبک دستی ہی ہے جو اس کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ اس لئے ایک مزدور کے پیدا

کرنے کا خرچ تقریباً تمام کا تمام اس ذریعہ معاش تک محدود ہوتا ہے جو اسے اپنی پرورش اور اپنی نسل کے افزائش کے لئے ضروری ہے۔ لیکن ایک جنس کی قیمت اور اس لئے محنت[۴۴] کی قیمت بھی اسکے پیدا کرنے کے برابر ہوتی ہے چنانچہ جسقدر کام کی کراہت بڑھتی جاتی ہے، اجرت گھٹتی جاتی ہے۔ نہیں اس سے بھی زیادہ یہ کہ جس قدر مشینوں کا استعمال اور محنت کی تقسیم بڑھتی جاتی ہے اسی نسبت سے مشقت کا بوجھ بھی بڑھتا جاتا ہے، چاہے کام کے اوقات کی طوالت کی وجہ سے ہو، ایک مقررہ وقت میں لئے جانے والے کام کی زیادتی کی وجہ سے ہو یا مشینوں کی بڑھی ہوئی رفتار وغیرہ کی وجہ سے ہو۔

جدید صنعت نے پدرسرانہ اُستاد کی چھوٹی سی کارگاہ کو صنعتی سرمایہ دار کے بڑے کارخانے میں تبدیل کر دیا ہے۔ مزدوروں کے انبوہ، جو کارخانے میں اُمڈ آتے ہیں، سپاہیوں کی طرح منظّم کئے جاتے ہیں۔ انہیں صنعتی فوج کے جوانوں کے طور پر افسروں اور حوالداروں کے ایک مکمل حاکمیے کی کمان میں دے دیا جاتا ہے۔ وہ صرف بورژوا طبقے ہی کے اور بورژوا ریاست ہی کے غلام نہیں ہوتے، ان مشینوں سے بھی، نگران کار بھی، اور سب سے بڑھ کر خود انفرادی بورژوا کارخانہ دار بھی ہر دن اور ہر گھنٹے ہی غلامی کراتا رہتا ہے یہ استبداد اور جتنا کھل کر نفع کو اپنا منتہا اور مقصد بناتا ہے، اتنا ہی وہ اور گھٹیا اور گھناؤنا، اور اذیت ناک ہو جاتا ہے۔

جسمانی محنت میں مہارت اور طاقت کا استعمال جتنا کم درکار ہوتا ہے، دوسرے لفظوں میں، جدید صنعت جتنی زیادہ ترقی یافتہ ہو جاتی ہے، اتنی ہی زیادہ عورتوں کی محنت مردوں کی محنت کی جگہ لے لیتی ہے[۴۵]۔ عمر اور جنس کے اختلافات مزدور طبقے کے لئے اب کوئی خصوصی سماجی جواز نہیں رکھتے۔ سب ہی محنت کے آلات ہوتے ہیں جو استعمال میں اپنی عمر اور جنس کے مطابق کم یا زیادہ خرچ طلب ہوتے ہیں۔

کارخانہ دار کی طرف سے مزدور کا استحصال جیسے ہی یہاں آکر ختم ہو جاتا ہے کہ اسے اپنی اُجرت نقد مل جاتی ہے، ویسے ہی بورژوازی کے دوسرے حصے مکان دار، دکان دار، رہن دار وغیرہ اس پر جھپٹ پڑتے ہیں۔

درمیانی طبقے کے نچلے پرت ـــــ چھوٹے سوداگر، دکان دار، بے کاج کاروباری،

عمومی طور پر، اور دست کار اور کسان ——— یہ سب رفتہ رفتہ پرولتاریا میں کھپ جاتے ہیں، کچھ تو اس وجہ سے کہ جس پیمانے پر جدید صنعت چلائی جاتی ہے اس کے لئے اُن کی چھوٹی سی پونجی کفایت نہیں کرتی اور بڑے سرمایہ داروں کی مسابقت میں تلپٹ ہو جاتی ہے اور کچھ اس وجہ سے کہ اُن کی خصوصی کاردانی کاروبار کے نئے طریقوں کے باعث بے مصرف ہو جاتی ہے۔ اِس طرح پرولتاریا میں آبادی کے تمام طبقوں سے بھرتی ہوتی رہتی ہے۔

پرولتاریا نشو و نما کے مختلف مرحلوں سے گزرتا ہے۔ اپنی پیدائش کے ساتھ ہی اس کی آویزش بورژوازی سے شروع ہو جاتی ہے۔ پہلے پہل انفرادی مزدور، پھر ایک کارخانے کا محنت کار، پھر ایک علاقے میں ایک کاروبار کے کارکن اُس انفرادی بورژوا کے خلاف یہ لڑائی لڑتے ہیں جو اُن کا راست استحصال کرتا ہے۔ اُن کے حملوں کا رُخ پیداوار کے بورژوا حالات کے خلاف نہیں بلکہ خود پیداوار کے آلات کے خلاف[۴۹] ہوتا ہے، وہ درآمد ہونے والی چیزوں کو جو اُن کی محنت کا مقابلہ کرتی ہیں، تباہ کر دیتے ہیں، مشینوں کو پاش پاش کر دیتے ہیں، کارخانوں کو آگ لگا دیتے ہیں، قرونِ وسطیٰ کے کاریگر کی نابود حیثیت کو بہ جبر واپس لانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اِس مرحلے پر مزدوروں کی حالت ابھی ایک ایسے بے ربط انبوہ کی ہوتی ہے جو سارے ملک میں بکھرا ہوا اور اپنے باہمی مقابلے کے باعث بٹا ہوا ہوتا ہے، اگر وہ کہیں متحد ہو کر اور بھی گٹھواں جماعتیں بنا لیتے ہیں تو تب بھی یہ خود اُن کے اپنے فعال اتحاد کا نہیں بلکہ بورژوازی کے اتحاد کا نتیجہ ہوتا ہے، اِس طبقے کا جو خود اپنے سیاسی مقصدوں کو حاصل کرنے کے لئے سارے پرولتاریا کو حرکت میں لانے پر مجبور ہوتا ہے اور اِس کے علاوہ اب بھی کچھ وقت کیلئے ایسا کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ چناں چہ ایسے مرحلے پر پرولتاری اپنے دشمنوں سے نہیں بلکہ اپنے دشمنوں کے دشمن سے، مطلق العنان بادشاہی کی باقیات، زمینداروں، غیر صنعتی بورژوازوں، پیتی .... بورژوازی[۵۰] سے لڑتے ہیں، اِس طرح ساری تاریخی حرکت بورژوازی کے ہاتھوں میں مرکوز رہتی ہے، ہر فتح جو یوں حاصل ہوتی ہے۔ وہ فتح بورژوازی کے لئے ہوتی ہے۔

لیکن صنعت کی نشو و نما کے ساتھ پرولتاریا صرف تعداد ہی نہیں بڑھتا ہے، وہ اور بھی

بڑے انبوہوں کی صورت میں اکٹھا ہوتا جاتا ہے؛ اس کی طاقت بڑھتی جاتی ہے اور وہ اِس طاقت کو اور محسوس کرنے لگتا ہے۔ جس طرح مشینیں محنت کے تمام امتیازوں کو مٹا دیتی ہیں اور تقریباً ہر جگہ اُجرتوں کو گھٹا کر ایک ہی نیچی سطح پر لے آتی ہیں، اُسی نسبت سے پرولتاریا کی صفوں کے اندر زندگی کے مختلف مفادات اور حالات زیادہ سے زیادہ یکساں ہوتے جاتے ہیں۔ بورژواؤں کے درمیان بڑھتا ہوا مقابلہ اور اس سے پیدا ہونے والے تجارتی بحران مزدوروں کی اُجرتوں کو ہمیشہ گھٹتی بڑھتی حالت میں رکھتے ہیں۔ مشنری کی نہ رُکنے والی اصلاح جو ہمیشہ تیزی سے بڑھتی جاتی ہے، اُن کی روزی کو زیادہ سے زیادہ غیر یقینی بنائے دیتی ہے، انفرادی مزدوروں اور انفرادی بورژواؤں کی باہمی ٹکر میں روز بروز دو طبقوں کی باہمی ٹکروں کی صورت اختیار کرتی جاتی ہیں۔ اِس پر مزدور بورژواؤں کے خلاف سنگتیں[۵۱] (مزدور انجمن) بنانی شروع کر دیتے ہیں؛ وہ اُجرتوں کی شرح قائم رکھنے کے لئے آپس میں ایکا کر لیتے ہیں، یہاں ہنگامی بغاوتوں کا پہلے ہی سے جتن کر لینے کے لئے مستقل انجمنیں قائم کر لیتے ہیں۔ کہیں کہیں یہ نزاع بلوؤں کی صورت میں پھوٹ پڑتی ہے۔

کبھی کبھی مزدور فتح مند تو ہوتے ہیں، مگر صرف کچھ وقت کے لئے۔ اُن کی لڑائیوں کا حقیقی پھل اُن کے فوری نتیجے میں نہیں بلکہ مزدوروں کے سدا پھیلتے ہوئے اتحاد میں ہوتا ہے۔ اس اتحاد کو اُن ترقی یافتہ مواصلاتی وسائل سے مدد ملتی ہے جو جدید صنعت نے پیدا کئے ہیں اور جو مختلف مقاموں کے مزدوروں کو ایک دوسرے کے رابطے میں رکھتے ہیں۔ ٹھیک یہی وہ رابطہ تھا جو متعدد مقامی کش مکشوں کو، جو سب ہی ایک نوعیت کی تھیں، طبقوں کے درمیان ایک واحد قومی کش مکش کی صورت میں مرکوز کر دینے کے لئے درکار تھا۔ لیکن ہر طبقاتی کش مکش ایک سیاسی کش مکش ہوتی ہے۔ اور وہ اتحاد جسے حاصل کرنے کے لئے قرونِ وسطیٰ کے شہریوں کو اپنی خستہ حال شاہراہوں کے باعث صدیاں لگ گئیں، جدید پرولتاری تو اُسے ریلوں کی بدولت چند برسوں میں قائم کر لیتے ہیں۔

ایک طبقے کی صورت میں، اور اس کے نتیجے میں ایک سیاسی جماعت کی صورت میں پرولتاریوں کی یہ تنظیم خود مزدوروں کے باہمی مقابلے کی وجہ سے پھر متواتر تہہ و بالا ہونے لگتی ہے لیکن وہ

ہمیشہ اور زبردست اور مضبوط اور طاقتور ہو کر پھر کھڑی ہو جاتی ہے۔ خود بورژوازی کے باہمی تفرقوں سے فائدہ اُٹھا کر مزدوروں کے خاص خاص مفادوں کو قانون سازی کے ذریعے سے زبردستی تسلیم کروا لیتی ہے۔ انگلستان میں دس گھنٹوں کا مسودہ[52] قانون اسی طرح منظور ہوا تھا۔

مجموعی طور پر پرانے سماج کے طبقوں کی آپس کی ٹکر میں پرولتاریا کے نشو و نما کے سلسلے کو کئی طرح سے ترقی دیتی ہیں۔ بورژوازی پہلے پہل اشرافیے کے خلاف، بعد میں خود بورژوازی کے اُن گروہوں کے خلاف جن کے مفادات صنعت کی ترقی کے متضاد ہو گئے ہوں، اور ہر زمانے میں غیر ملکوں کے بورژوازی کے خلاف خود کو ایک مستقبل لڑائی میں اُلجھا ہوا پاتا ہے۔ اُن تمام لڑائیوں میں وہ پرولتاریا سے رجوع کرنے، اس سے مدد مانگنے اور اس طرح اس کو سیاسی اکھاڑے میں کھینچ لانے پر خود کو مجبور محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ خود بورژوازی ہی پرولتاریا کو اُس کو اپنی سیاسی اور عمومی تعلیم کے عناصر بہم پہنچاتا ہے، دوسرے لفظوں میں وہ پرولتاریا کو بورژوازی سے لڑنے کے لئے ہتھیار مہیا کرتا ہے۔

اس کے علاوہ، جیسا کہ ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں، صنعت کی ترقی سے حکمران طبقوں کے پورے کے پورے گروہ پرولتاریا میں آ گرتے ہیں یا کم سے کم اپنی زندگی کے حالات کے بارے میں اندیشہ زدہ ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی پرولتاریا کو آگہی اور ترقی کے تازہ عناصر بہم پہنچاتے ہیں

آخر میں یہ کہ اُن وقتوں میں جب طبقاتی کشمکش فیصلہ کن ساعت کے نزدیک پہنچ جاتی ہے تو انتشار کا وہ عمل جو حکمراں طبقے کے اندر، حقیقت میں پرانے سماج کے پورے ہی دائرے کے اندر جاری رہتا ہے، ایک ایسی شدید، واضح کیفیت اختیار کر لیتا ہے کہ حکمران طبقے کا ایک چھوٹا سا گروہ اپنے آپ کو کاٹ کر الگ کر لیتا ہے۔ اور انقلابی طبقے کے ساتھ مل جاتا ہے، اُس طبقے کے ساتھ جس کے ہاتھوں میں مستقبل ہوتا ہے۔ چنانچہ جس طرح اس سے پہلے کے دور میں امرا میں کا ایک گروہ بورژوازی سے جا ملا تھا اسی طرح بورژوازی کا ایک گروہ پرولتاریا سے جا ملتا ہے اور خاص کر اُن بورژوا تصورات کاروں کا گروہ جنھوں[53] نے اپنے آپ کو اس سطح پر پہنچا دیا ہے کہ تاریخی حرکت کا اس کی کلی حیثیت میں نظریاتی طور پر ادراک کر لیں۔

اُن تمام طبقوں میں جو آج بورژوازی کے دو بدو کھڑے ہیں، تنہا پرولتاریا ہی حقیقت میں ایک انقلابی طبقہ ہے۔ دوسرے طبقے جدید صنعت کے سامنے زوال پاتے ہیں اور آخر ناپید ہو جاتے ہیں، پرولتاریا تو اس کی خصوصی اور لازمی پیداوار ہے۔

نچلا درمیانی طبقہ، چھوٹا کارخانہ دار، دکاندار، کاریگر، کسان یہ سب درمیانی طبقے کے اجزاء کی حیثیت سے اپنی ہستی کو فنا ہونے سے بچا لینے کے لئے بورژوازی کے خلاف لڑتے ہیں۔ اس لئے وہ انقلابی نہیں بلکہ قدامت پسند ہوتے ہیں — نہیں — اس سے بڑھ کر یہ کہ رجعت پسند ہوتے ہیں، اس لئے کہ وہ تاریخ کے پہیئے کو اُلٹا گھمانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر وہ اتفاق سے انقلابی ہو جاتے ہیں تو محض اِس لئے ہو جاتے ہیں انہیں پرولتاریا میں اپنا تبدیل ہو جانا نزدیک نظر آتا ہے، اِس طرح وہ اپنے موجودہ مفادوں کا نہیں بلکہ اپنے آئندہ مفادوں کا بچاؤ کرتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو پرولتاریا کے مؤقف میں رکھنے کے لئے خود اپنے موقف کو تج دیتے ہیں۔

وہ "خطرناک طبقہ"، سماجی پھیں، وہ پڑا پڑا سڑتا ہوا تودہ جسے پرانے سماج کی سب سے نچلی تہوں نے نکال پھینکا ہے، اسے ممکن ہے ایک پرولتاری انقلاب کہیں کہیں اپنی روانی میں بہا لے جاتے، پھر بھی اس کی زندگی کے حالات اس سے کہیں زیادہ اُسے رجعت پرستانہ ساز باز کے رشوت خوار آلہ کار کے کام کے لئے تیار کرتے ہیں۔

پرولتاری طبقے کے حالات کے اندر، مجموعی طور پر پرانے سماج کے حالات حقیقتاً محو ہو چکے ہیں۔ پرولتاری ملکیت نہیں رکھتا، اپنے بیوی بچوں سے اس کا تعلق، بورژوا خاندانی تعلقات کے ساتھ اب کسی بات میں مشترک نہیں رہا، جدید صنعتی محنت نے سرمائے کی جدید محکومی نے، جو انگلستان میں ویسی ہی ہے جیسی فرانس میں ہے، امریکہ میں ویسی ہی ہے جیسی جرمنی میں ہے۔ اُسے قومی خصوصیت کی ہر علامت سے عاری کر دیا ہے۔ قانون، اخلاق، مذہب اس کے نزدیک وہ متعدد بورژوا تعصبات ہیں، جن کے پیچھے اتنے ہی متعدد بورژوا مفادات گھات میں چھپے بیٹھے ہیں۔

اگلے تمام طبقے جو اقتدار حاصل کر لیتے تھے، وہ مجموعی طور پر تمام سماج کو اپنے تصرف

کے حالات کا تابع بنا کر اپنی حاصل کی ہوئی حیثیت کو مستحکم کر لینے کی کوشش کرتے تھے۔
پرولتاری اُس وقت تک سماج کی پیداواری قوتوں کے مالک نہیں بن سکتے، جب تک کہ وہ خود اپنے تصرف کے پچھلے طریقے کو، اور اُس کے ذریعے سے تصرف کے ہر پچھلے طریقے کو بھی ختم نہ کر دیں۔ خود ان کا اپنا کچھ نہیں ہوتا جسے مضبوط اور مستحکم رکھنا ہو، اُن کا کام تو انفرادی ملکیت کی پچھلی تمام ضمانتوں اور تحفظوں کو تباہ کر دینا ہے۔

پچھلی تمام تاریخی تحریکیں اقلیتوں کی تحریکیں ہوتی تھیں یا اقلیتوں کے مفاد میں ہوتی تھیں، پرولتاری تحریک تو ایک خود شناس، خود مختار تحریک بہت بھاری اکثریت کی ہے، بہت بھاری اکثریت کے مفاد میں ہے۔ پرولتاریا ہمارے موجودہ سماج کا سب سے نچلا پرت، جنبش نہیں کر سکتا، اُوپر نہیں اُٹھ سکتا، جب تک کہ مروجہ سماج کے تمام اُوپر لدے ہوئے پرت ہوا میں نہ اُڑا دیئے جائیں۔

اگرچہ معنی میں نہیں، لیکن صورت میں تو بورژوازی سے پرولتاریا کی کش مکش پہلے پہل ایک قومی کش مکش ہوتی ہے۔ ہر ایک ملک کے پرولتاریا کو یقیناً سب سے پہلے خود اپنے ہی بورژوازی سے معاملات نپٹانے پڑتے ہیں۔

ہم نے پرولتاریا کی نشوونما کے نہایت ہی عام مرحلوں کا خاکہ کھینچتے ہوئے کم و بیش پردے میں چھپی ہوئی اُس خانہ جنگی کی، جو موجودہ سماج کے اندر زور و شور پر ہے، اُس نقطے تک نشان دہی کی تھی جہاں وہ جنگ کھلے انقلاب کی صورت میں پھوٹ پڑتی ہے جہاں بورژوازی کو تشدد سے اُلٹا دینے پر پرولتاریا کے راج کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔

اب تک سماج کی ہر شکل، جیسا کہ ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں، چیرہ دست اور زیردست طبقوں کی مخاصمت پر مبنی رہی ہے۔ لیکن ایک طبقے کو زیردست رکھنے کے لئے اُسے بعض حالات کی ضمانت دینی پڑتی ہے جن کے تحت وہ کم سے کم اپنا غلامانہ وجود تو برقرار رکھ سکے۔

زرعی غلام نے تو زرعی غلامی کے دور میں بالکل اسی طرح اپنے آپ کو اُٹھا کر کمیون کی رکنیت تک تو پہنچا دیا تھا، جس طرح پیٹی بورژوا نے جاگیری مطلق العنانی کے جوئے تلے ترقی کر کے ایک بورژوا بن جانے کا جتن کر لیا۔ اس کے برعکس جدید مزدور صنعت کی ترقی کے ساتھ

ساتھ اُوپر اُٹھنے کے بجائے خود اپنے ہی طبقے کو شرائط زندگی سے بھی نیچے ہی نیچے گراتا چلا جاتا ہے۔ وہ مفلس ہو جاتا ہے، اور مفلسی آبادی اور دولت سے بھی زیادہ تیزی سے بڑھتی ہے اور یہاں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ بورژوازی اب اس قابل نہیں رہا کہ سماج میں حکمران طبقہ بنا رہے اور اپنی شرائط زندگی کو ایک برتر قانون کے طور پر سماج پر عائد کر رکھے۔ وہ اِس قابل نہیں ہے کہ حکومت کر سکے، اِس لئے کہ وہ اِس کا اہل نہیں ہے کہ اپنے غلام کو اُس کی غلامی کے اندر بھی کسی وجود کی ضمانت دے سکے، اس لئے کہ وہ اُسے ایک ایسی حالت کو پہنچ جانے سے نہیں روک سکتا جہاں آپ کو اس پر پلنے کے بجائے خود اُس کو پالنا[۵۴] پڑ جاتا ہے۔ سماج اِس بورژوازی کے تحت اب اور نہیں رہ سکتا، دوسرے لفظوں میں اب اِس کا وجود سماج سے ہم آہنگ نہیں رہا۔

بورژوا طبقے کے وجود کی اور اقتدار کی لازمی شرط سرمائے کی تشکیل اور ترقی ہے، سرمائے کی شرط اُجرتی محنت ہے۔ اُجرتی محنت محض مزدوروں کے باہمی مقابلے پر منحصر ہوتی ہے۔ صنعت کی ترقی جس کا غیر ارادی محرک بورژوازی ہوتا ہے، مزدوروں کی جداگانگی کی جگہ، جس کی وجہ ہوتی ہے مسابقت، اُن کی انقلابی یگانگت قائم کر دیتی ہے، جس کی وجہ ہوتی ہے ہم کاری، اس لئے جدید صنعت کی نشوونما اس کے پاؤں تلے سے وہ بنیاد ہی کھود دیتی ہے، جس بنیاد پر بورژوازی پیداکاری کرتا ہے اور پیداواروں کو تصرف میں لاتا ہے چناں چہ بورژوازی سب سے بڑھ کر جو چیز پیدا کرتا ہے وہ خود اُس کے اپنے گورکن[۵۵] ہیں۔ اس کا سقوط اور پرولتاریا کی فتح یکساں ناگزیر ہیں۔

—۲—

پرولتاری اور کمیونسٹ

مجموعی طور پر پرولتاریوں سے کمیونسٹ کیا تعلق رکھتے ہیں؟

کمیونسٹ، مزدور طبقے کی دوسری جماعتوں کے خلاف کوئی علاحدہ جماعت نہیں بنا لیتے۔ مجموعی طور پر اُن کے کوئی مفادات پرولتاریا کے مفادوں سے علاحدہ اور الگ تھلگ نہیں ہوتے۔ وہ خود اپنے کوئی فرقہ وارانہ اصُول قائم نہیں کر لیتے جن کے مطابق پرولتاری تحریک کو تراشا اور ڈھالا جائے۔

کمیونسٹ، مزدور طبقے کی دوسری جماعتوں سے صرف یہ امتیاز رکھتے ہیں:

(۱) مختلف ملکوں کی پرولتاریوں کی قومی کشمکشوں میں وہ ساری قومیت سے الگ تھلگ کُل پرولتاریا کے مشترکہ مفادوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور انہیں سامنے لے آتے ہیں۔

(۲) بورژوازی کے خلاف مزدور طبقے کی جدوجہد کو ارتقا کے جن گوناگوں مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے، اُن میں وہ ہر وقت اور ہر جگہ مجموعی طور پر کُل تحریک کے مفادوں کی ترجمانی کرتے ہیں۔

اس لئے کمیونسٹ ایک طرف، عملی طور پر، ہر ملک کے مزدور طبقے کی جماعتوں کا سب سے پیش گام اور ثابت قدم جتھا ہوتے ہیں، وہ جتھا جو اور سب کو آگے دھکیل لے جاتا ہے؛ دوسری طرف، نظریاتی طور پر، انہیں پرولتاریا کے بھاری انبوہ پر یہ فوقیت حاصل ہوتی ہے کہ وہ پرولتاری تحریک کے کوچ کی راہ، حالات اور آخری عام نتیجوں کی سُوجھ بُوجھ رکھتے ہیں۔

کمیونسٹوں کا فوری مقصد بھی وہی ہوتا ہے جو دوسری تمام پرولتاری جماعتوں کا ہے: ایک طبقے کی صُورت میں پرولتاریا کی تشکیل، بورژوا اقتدار کا خاتمہ، سیاسی اقتدار پر پرولتاریا

کا قبضہ ———

کمیونسٹوں کے نظریاتی نتیجے کسی طرح بھی اُن تصوروں یا اُصولوں پر مبنی نہیں ہوتے جو ایک عالم گیر مصلح ہونے کے اِس مدعی نے یا اس مدعی نے ایجاد یا دریافت کئے ہیں

وہ تو صرف ان واقعی تعلقات کو عام لفظوں میں بھی بیان کر دیتے ہیں جو ایک موجود طبقاتی کش کش سے خود ہماری آنکھوں کے سامنے واقع ہونے والی ایک تاریخی حرکت سے پیدا ہوتے ہیں مروّجہ ملکیتی تعلقات کو مٹا دینا ہرگز اشتمالیت کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ ماضی میں تاریخی حالات کی تبدیلی کے نتیجے میں سارے ملکیتی تعلقات میں تاریخی تبدیلی ہمیشہ آتی رہی ہے۔

مثلاً فرانسیسی انقلاب نے بورژوا ملکیت کے حق میں جاگیری ملکیت کو مٹا ڈالا

اشتمالیت کی امتیازی خصوصیت کلی طور پر ملکیت کو مٹا دینا ہی نہیں ہے بلکہ بورژوا ملکیت کو مٹا دینا ہے۔ لیکن جدید بورژوا ملکیت تو پیداواروں کے پیدا کرنے اور مصرف میں لانے کے اِس نظام کا آخری اور انتہائی مکمل اظہار ہے جس کی بنیاد طبقاتی تضادوں پر، چند کے ہاتھوں بہت سوں کے استحصال پر قائم ہے۔

اِس معنی میں کمیونسٹوں کے نظریئے کا خلاصہ ایک فقرے میں بیان کر دیا جا سکتا ہے:

نجی ملکیت کا خاتمہ ———

ہم کمیونسٹوں کو یہ طعنہ دیا گیا ہے کہ ہم ملکیت کو ایک آدمی کی اپنی محنت کے پھل کی حیثیت سے ذاتی طور پر اپنانے کے حق کو مٹا دینا چاہتے ہیں۔ وہ ملکیت جس کے بارے میں ساری شخصی آزادی، سرگرمی اور خودمختاری کی بنیاد ہونے کا دعوا کیا جاتا ہے۔

محنت سے کسب کی ہوئی، خود حاصل کی ہوئی، خود کی کمائی ہوئی ملکیت! کیا تمہاری مراد ادنا کاریگر اور چھوٹے کسان کی ملکیت سے ہے، ملکیت کی اُس شکل سے جو بورژوا شکل سے پہلے گزر چکی ہے؟ تو اُسے مٹانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے بڑے سے تو صنعت کی نشوونما پہلے ہی سے ایک بڑی حد تک تباہ کر چکی ہے اور اب بھی روزانہ تباہ کئے جا رہی ہے یا تمہاری مراد جدید بورژوا نجی ملکیت سے ہے؟

لیکن کیا اُجرتی محنت مزدور کے لئے کوئی ملکیت پیدا کرتی ہے؟ ذرا بھی نہیں۔

وہ سرمایہ یعنی اس قسم کی ملکیت پیدا کرتی ہے جو اُجرتی محنت کا استحصال کرتی ہے اور جو اس شرط کے سوا نہیں بڑھ سکتی کہ اُجرتی محنت کی ایک نئی کھیپ تازہ استحصال کے لئے پیدا کرتی رہے۔ اپنی موجودہ شکل میں ملکیت سرمائے اور اُجرتی محنت کے تضاد پر مبنی ہے۔ ہم اس تضاد کے دونوں پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہیں۔

سرمایہ دار ہونا پیداوار میں ایک ٹھیٹ شخصی ہی نہیں بلکہ ایک سماجی مرتبہ رکھنا بھی ہے۔

سرمایہ ایک اجتماعی پیداوار ہے، اور صرف سماج کے متعدد افراد کے متحدہ عمل سے، نہیں بلکہ آخر میں محض پورے ہی افراد کے متحدہ عمل سے اُسے حرکت میں لایا جا سکتا ہے۔

اِس لئے سرمایہ ایک شخصی نہیں، ایک سماجی طاقت ہے۔

چناں چہ جب سرمائے کو مشترکہ ملکیت میں، سماج کے ارکان کی ملکیت میں تبدیل کر دیا جاتا ہے تو اس سے شخصی ملکیت اجتماعی ملکیت میں تبدیل نہیں ہو جاتی۔ یہ تو محض ملکیت کا سماجی[٦١] ناطہ ہے جو بدل جاتا ہے۔ وہ اپنی طبقاتی نوعیت کھو دیتی ہے۔

اَب ہم اُجرتی محنت کو لیتے ہیں۔

اُجرتی محنت کی اوسط قیمت ہوتی ہے، اقل ترین[٦٢] اُجرت یعنی ذریعہ معاش کی وہ مقدار جو مزدور کو ایک معرا وجود کے ساتھ مزدور کی حیثیت سے زندہ رکھنے کے لئے قطعی ضروری ہے۔ چناں چہ اُجرتی مزدور اپنی محنت کے ذریعے سے جو کچھ اپنے تصرف میں لاتا ہے وہ بس ایک معرا وجود کو طول دینے اور پیدا کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے ہمارا منشا ہرگز یہ نہیں ہے کہ محنت کے ثمرات کے اس شخصی تصرف[٦٣] کو ختم کر دیں۔ اُس تصرف کو جو انسانی زندگی کو قائم رکھنے اور پیدا کرنے میں مُد دیتا ہے؛ اور جو اتنا فاضل ہی بچا رہنے نہیں دیتا جس سے دوسروں کی محنت پر قدرت حاصل ہو جائے۔ جو کچھ ہم ختم کر دینا چاہتے ہیں، وہ ہے اس تصرف کی لیچڑ حالت جس کے تحت، مزدور صرف سرمائے کو بڑھانے کے لئے زندہ رہتا ہے اور اسے صرف اسی حد تک زندہ رہنے دیا جاتا ہے جتنا کہ حکمران طبقے کے مفاد کو اس کی ضرورت ہوتی ہے۔

بورژوا سماج میں زندہ محنت محض مجتمعہ[٦٤] محنت کو بڑھانے کا ایک ذریعہ ہوتی ہے۔ اشتمالی سماج میں مجتمعہ محنت مزدور کی زندگی کو کشادہ کرنے، پُر مایہ بنانے، اور ترقی دینے کا ایک ذریعہ ہوتی ہے۔

اسی لئے بورژوا سماج میں ماضی، حال پر حاوی ہوتا ہے، اشتمالی سماج میں حال، ماضی پر حاوی ہوتا ہے۔ بورژوا سماج میں سرمایہ خود مختار ہوتا ہے اور انفرادیت رکھتا ہے جبکہ زندہ شخص انحصار دار ہوتا ہے اور کوئی انفرادیت نہیں رکھتا۔

اور بورژوا اسی صورت احوال کے خاتمے کو انفرادیت[۴۵] اور آزادی کا خاتمہ کہتا ہے اور ٹھیک ہی کہتا ہے مقصد تو بے شک بورژوا انفرادیت، بورژوا اختیاری اور بورژوا آزادی کا خاتمہ ہے۔

پیداوار کے موجودہ بورژوا حالات کے تحت آزادی سے مراد ہے، آزاد تجارت، آزاد خرید و فروخت۔ لیکن اگر خرید و فروخت غائب ہو جائے تو آزاد خرید و فروخت بھی غائب ہو جاتی ہے۔ آزاد خرید و فروخت کا یہ چرچا، اور مجموعی طور پر آزادی کے متعلق ہمارے بورژوازی کے اور سب بڑے بول اگر کوئی معنی رکھتے ہیں تو صرف قرون وسطیٰ کی بندھی ہوئی خرید و فروخت، اور جکڑے ہوئے تاجروں کے مقابلے میں، لیکن جب خرید و فروخت، پیداوار کے بورژوا حالات، اور خود بورژوازی کے اشتمالیت پسندانہ خاتمے سے مقابلہ کیا جائے تو وہ کوئی معنی نہیں[۴۶] رکھتے۔

تم ہمارے نجی ملکیت کے خاتمے کے درپے ہونے پر ہراساں ہو لیکن تمہارے موجودہ سماج میں نجی ملکیت آبادی کے دس میں سے نو کے لئے تو پہلے ہی سے ختم ہو چکی ہے، اور چند کے لئے اس کے موجود رہنے کا ایک ہی سبب اُن دس میں سے نو کے ہاتھوں اس کا موجود نہ رہنا ہے۔ لہٰذا تم ہمیں ملکیت کی ایک ایسی شکل کے خاتمے کے درپے ہونے پر ملامت کرتے ہو جس کے موجود رہنے کی ضروری شرط سماج کی بہت بھاری اکثریت کے لئے کسی ملکیت ہی کا موجود نہ رہنا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ تم ہمیں تمہاری ملکیت کے خاتمے کے درپے ہونے پر ملامت کرتے ہو، ٹھیک یہی بات ہے، یہی ہمارا عین منشاء ہے۔

اس لمحہ سے جب محنت کو سرمائے، پیسے یا کرائے میں، اُس سماجی طاقت میں تبدیل نہیں کیا جا سکے گا، جو اجارہ بن جانے کے قابل ہوتی ہے، یعنی اس لمحے سے جب انفرادی ملکیت کو بورژوا ملکیت میں، مزید سرمائے میں تبدیل نہیں کیا جا سکے گا، اس لمحے سے تم یہ کہتے ہو، انفرادیت معدوم ہو جاتی ہے۔ تو اس لئے تمہیں اس کا اعتراف کر لینا چاہیئے کہ "فرد" سے تمہارا مطلب بورژوا کے سوا درمیانہ طبقے کے ملکیت دار کے سوا اور کوئی شخص نہیں ہوتا، اس شخص کو تو واقعی راستے سے صاف

طبقے کے ملکیت دار کے سوا اور کوئی شخص نہیں ہوتا، اس شخص کو تو واقعی راستے سے صاف کر دینا چاہئے اور اس کے وجود کو ناممکن بنا دینا چاہیئے۔

اشتمالیت کسی شخص کو سماج کی پیداواروں کو تصرف میں لانے کے اختیار سے محروم نہیں کر دیتی، وہ بس اتنا ہی کرتی ہے کہ اس کو ایسے تصرف کے ذریعے سے دوسروں کی محنت کو اپنے تابع کر لینے کے اختیار سے محروم کر دیتی ہے۔

یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ نجی ملکیت کے ختم ہو جانے پر سارا کام بند ہو جائے گا، اور ہم میں ہمہ گیر کاہلی آ جائے گی۔

اس کے مطابق تو بورژوا سماج کو مدتوں پہلے ہی محض بیکاری کے ہاتھوں برباد ہو جانا چاہیئے تھا، اس لئے کہ اس کے جو افراد کام کرتے ہیں، انہیں کچھ نہیں ملتا اور جنہیں کچھ ملتا ہے وہ کام نہیں کرتے۔ یہ تمام کا تمام اعتراض بس ایک دوسرا پیرایۂ اظہار اس تکرار خیالی کا ہے، کہ جب کوئی سرمایہ ہی نہ رہے تو کوئی اُجرتی محنت بھی نہیں رہ سکتی۔

وہ تمام اعتراضات جو مادی پیداواروں کے پیدا کرنے اور تصرف میں لانے کے اشتمالی طریقے کے خلاف پیش کئے گئے ہیں، وہ اسی طریقے سے ذہنی پیداواروں کے پیدا کرنے اور تصرف میں لانے کے اشتمالی طریقے کے خلاف بھی پیش کئے گئے ہیں۔ جس طرح بورژوا کے نزدیک طبقاتی ملکیت کا ناپید ہو جانا خود پیداوار کا ناپید ہو جانا ہے، بالکل اسی طرح طبقاتی تہذیب کا ناپید ہو جانا تمام تہذیب کے ناپید ہو جانے کے برابر ہے۔

وہ تہذیب جس کی بربادی کا وہ ماتم کرتا ہے، ایک بھاری اکثریت کے لئے محض ایک مشین کی طرح کام کرنے کی تربیت ہے۔

لیکن جب تک تم ہمارے سوچے ہوئے بورژوا ملکیت کے خاتمے کو اپنے آزاد تہذیب، قانون وغیرہ کے بورژوا تصورات کے معیار سے جانچتے ہو، ہم سے حجت نہ کرو۔ تمہارے یہ خیالات ہی محض تمہاری بورژوا پیداوار اور بورژوا ملکیت کے حالات کی اپج ہیں، ایسا ہی جیسا کہ تمہاری قانونیات تمہارے طبقے کا وہ ارادہ ہے جسے سب کے لئے ایک قانون میں بدل دیا ہے۔ وہ ارادہ جس کی اصلی نوعیت اور رُخ تمہارے طبقے کے وجود

کے معاشی حالات سے متعین ہوتا ہے۔

وہ خود غرضانہ غلط فہمی جو تمہیں یہ ترغیب دیتی ہے کہ اُن سماجی ہستیوں کو فطرت اور عقل کے ابدی قوانین میں تبدیل کر دو جو تمہارے موجودہ طریقِ پیداوار اور طرزِ ملکیت سے ابھی ہیں یہ اُن تاریخی تعلقات سے ابھی ہیں جو پیداوار کے ترقی کرنے میں نمودار ہوتے ہیں اور ناپید ہو جاتے ہیں ——— اُس غلط خیالی میں تم ہر اُس حکمران طبقے کے ساتھ شریک ہو جو تم سے پہلے گزر چکا ہے۔ قدیم ملکیت کے معاملے میں جو بات صاف دیکھتے ہو، جاگیری ملکیت کے بارے میں جو بات مانتے ہو خود اپنے بورژوا طرزِ ملکیت کے معاملے میں وہ بات مان لینے سے قدرتاً رد کر دیتے جاتے ہو۔

خاندان[19] کا خاتمہ! کمیونسٹوں کی اِس بدنام تجویز پر انتہائی تغیر پسند تک بھڑک اُٹھتے ہیں۔

موجودہ خاندان، بورژوا خاندان، قائم کِس بنیاد پر ہے؟ سرمائے پر، نجی منافع پر، اپنی پوری ترقی یافتہ صورت میں یہ خاندان صرف بورژوازی میں وجود رکھتا ہے۔ لیکن یہ صورتحال اپنا تکملہ پرولتاریوں میں خاندان کی عملاً عدم موجودگی میں، اور کھلی قحبہ گری کی صورت میں پاتی ہے۔

جب اِس کا تکملہ غائب ہو جائے تو قدرتاً بورژوا خاندان بھی غائب ہو جائے گا اور سرمائے کے غائب ہو جانے کے ساتھ ہی دونوں بھی غائب ہو جائیں گے۔

کیا تم ہم پر یہ الزام رکھتے ہو کہ ہم بچّوں کا اُن کے والدین کا اپنے فائدے کے لئے کام کروانا بند کر دینا چاہتے ہیں؟ اِس جُرم کا ہمیں اقبال ہے۔

لیکن، تم یہ کہو گے، جب ہم خانگی تعلیم کو سماجی تعلیم میں بدل دیتے ہیں تو سب سے مقدس رشتوں کو برباد کر دیتے ہیں اور تمہاری تعلیم! کیا وہ بھی اجتماعی نہیں ہے۔ اور اُن سماجی حالات سے متعین نہیں ہوتی جن کے تحت تم سماج کی براہِ راست یا بالواسطہ مداخلت کے بموجب اسکولوں وغیرہ کے ذریعے سے تعلیم دیتے ہو؟ تعلیم میں سماج کی مداخلت کمیونسٹوں نے ایجاد نہیں کی ہے؛ وہ یہیں یہ کوشش کرتے ہیں کہ اُس مداخلت کی نوعیت کو بدل دیں، اور تعلیم کو حکمران طبقے کے اثر سے بچا لیں۔

خاندان اور تعلیم کے بارے میں، باپ اور بچے کے باہمی مقدس رشتے کے بارے میں، بورژوا لفاظی، اسی قدر اور گھناؤنی ہوتی جاتی ہے، جس قدر جدید صنعت کے عمل سے پرولتاریوں میں خاندانی بندھن ٹکڑے ٹکڑے ہوتے جاتے ہیں، اور اُن کے بچے محض تجارت کی اشیا، اور محنت کے آلات میں تبدیل ہوتے جاتے ہیں۔

لیکن تم کمیونسٹ تو عورتوں کا ساجھا رائج کر دو گے، سارا بورژوا طبقہ ہم آواز ہو کر ایک ساتھ چیخ اُٹھتا ہے۔

بورژوا اپنی بیوی کی ذات میں محض ایک آلۂ پیداوار دیکھتا ہے۔ وہ یہ سنتا ہے کہ آلات پیداوار ساجھے میں استعمال ہونے والے ہیں، اور قدرتاً اس کے سوا کسی اور نتیجے پر پہنچ ہی نہیں سکتا کہ سب کے ساجھے میں ہونا ویسا ہی عورتوں کا بھی مقدر بن جائے گا۔ اُسے یہ گمان تک نہیں گزرتا کہ اصل مقصد جو مدنظر ہے وہ عورتوں کی محض آلات پیداوار ہونے کی حیثیت کو ختم کر دینا ہے۔ باقی یہ کہ عورتوں کے ساجھے پر ہمارے بورژواؤں کے پرہیزگارانہ طیش سے بڑی کوئی چیز مضحکہ خیز نہیں ہو سکتی۔ جو وہ ظاہر کرتے ہیں کہ کمیونسٹوں کی طرف سے یہ برملا اور باضابطہ رائج کر دیا جائے گا۔ کمیونسٹوں کو عورتوں کا ساجھا رائج کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، وہ تو تقریباً نا یاد زمانے سے موجود رہا ہے۔

ہمارے بورژوا، جو عام طوائفوں کا تو ذکر ہی کیا، اپنے پرولتاریوں کی بیویوں اور بیٹیوں کو بھی اپنے تصرف میں رکھ کر سیر نہیں ہوتے، ایک دوسرے کی بیویوں کو بہکا کر انتہائی مزہ لیتے ہیں ——— بورژوا شادی حقیقت میں ساجھے کی بیویوں کا ایک نظام ہے؛ اس طرح کمیونسٹوں کو زیادہ سے زیادہ جو الزام دیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ عورتوں کے ریاکاری سے چھپائے ہوئے ساجھے کے بدلے میں ایک اعلانیہ قانونی قرار دیا ہوا ساجھا رائج کرنا چاہتے ہیں۔ باقی یہ کہ خود یہ ظاہر ہے کہ پیداوار کے موجودہ نظام کے خاتمے کے ساتھ عورتوں کے ساجھے یعنی خانگی اور بازاری دونوں قسم کی قحبہ گری کا بھی خاتمہ ہو جائے گا جو اسی نظام کی پیداوار ہے۔

کمیونسٹوں پر یہ الزام رکھا جاتا ہے کہ وہ ملکوں اور قومیت کو مٹا دینا چاہتے ہیں۔

مزدوروں کا کوئی ملک نہیں ہے۔ ہم اُن سے تو وہ لے ہی نہیں سکتے جو اُن کے پاس ہے ہی نہیں۔ چونکہ پرولتاریا کو سب سے پہلے سیاسی برتری حاصل کرلینا ہے، ترقی کرکے قوم کا مقدم طبقہ بن جانا ہے۔ اُسے خود قوم بن جانا ہے، اُس لئے وہ اس حد تک خود "قومی" ہوتا ہے۔ اگرچہ اِس لفظ کے بورژوا معنی میں نہیں۔

بورژوازی کی ترقی سے، تجارت کی آزادی سے، عالمی منڈی سے پیداوار کے طریقے میں اور اس کے مطابق زندگی کے حالات میں یکسانی سے معاشروں کے درمیان قومی اختلافات اور مخاصمتیں روز بروز زیادہ سے زیادہ معدوم ہوتی جارہی ہیں۔

پرولتاریا کی بالادستی کی وجہ سے وہ اور بھی تیزی سے محو ہو جائیں گے۔ کم سے کم سرکردہ متمدن ملکوں کا متحدہ اقدام پرولتاریا کی آولین شرطوں میں سے ایک شرط ہے۔

جس قدر ایک فرد کے ہاتھوں دوسرے فرد کا استحصال ختم ہوتا جاتا ہے اُسی نسبت سے ایک قوم کے ہاتھوں دوسری قوم کا استحصال بھی ختم ہو جائے گا۔ جس قدر قوم کے اندر طبقوں کی باہمی مخاصمت معدوم ہوتی جاتی ہے۔ اُسی نسبت سے ایک قوم سے دوسری قوم کی دشمنی ختم ہو جائے گی۔

اِشتمالیت پر مذہبی، فلسفیانہ اور عموماً عینیاتی[ش] نقطۂ نظر سے جو الزامات لگائے جاتے ہیں وہ سنجیدہ جانچ پڑتال کے لائق نہیں ہیں۔

کیا یہ سمجھنے کے لئے گہرے وجدان کی ضرورت ہے کہ انسان کے تصورات، نظریات تخیلات، مختصر یہ کہ انسان کا شعور اس کے مادی وجود کے حالات میں، اس کے سماجی تعلقات میں اور اس کی سماجی زندگی میں ہونے والی ہر تبدیلی کے ساتھ تبدیل ہو جاتا ہے؟ تصورات کی تاریخ اس کے علاوہ اور کیا ثابت کرتی ہے کہ ذہنی پیداوار اسی نسبت سے اپنا کردار بدل دیتی ہے جس قدر مادی پیداوار[۲۳] بدل جاتی ہے۔ ہر ایک عہد کے مروجہ تصورات ہمیشہ اُس کے حکمران طبقے کے تصورات ہوتے ہیں۔

جب لوگ ان تصورات کا ذکر کرتے ہیں، جو سماج کو منقلب کردیتے ہیں تو وہ محض

ش:۔ آئیڈیالوجیکل۔ آدرشی

اِس مرحلے کو ظاہر کرتے ہیں کہ پُرانے سماج کے اندر ایک نئے سماج کے عناصر پیدا کر دیئے گئے ہیں، اور یہ کہ پرانے تصورات کی شکستگی زندگی کے پرانے حالات کی شکستگی کے برابر برابر قدم بڑھاتی ہے۔

جب قدیم دنیا آخری ہچکیاں لے رہی تھی تو قدیم مذاہب عیسائیت سے زیر ہو گئے۔ جب عیسائی تصورات اٹھارویں صدی میں عقلیت پسند تصورات سے مات کھا گئے تو جاگیری سماج، اُس وقت کے انقلابی بورژوازی سے اپنی جان کی بازی ہار گیا۔ مذہبی آزادی اور ضمیر کی حریت کے تصورات علم کے قلمرو میں محض آزاد مقابلے کی فرماں روائی کے آئینہ دار بن گئے۔

یہ کہا جائے گا کہ "بے شک مذہبی، اخلاقی، فلسفیانہ اور قانونی تصورات تاریخی ارتقاء کے دوران میں بدلتے رہے لیکن مذہب، اخلاق، فلسفہ، سیاسیات، قانون تو اس تبدیلی کے بعد بھی برابر باقی رہا۔"

"اس کے علاوہ آزادی، انصاف وغیرہ جیسی ابدی صداقتیں ہیں جو سماج کی تمام حالتوں سے یکساں تعلق رکھتی ہیں لیکن اشتمالیت ابدی صداقتوں کو مٹا دیتی ہے، وہ سارے مذہب کو سارے اخلاق کو مٹا دیتی ہے بجائے اس کے کہ نئی بنیاد پر تشکیل دے، انہیں اس لئے وہ پچھلے تمام تاریخی تجربے کے متضاد عمل کرتی ہے۔"

یہ الزام پھر کس بحث میں سمٹ آتا ہے؟ پچھلے تمام سماج کی تاریخ طبقاتی مخاصمتوں کے نشو و نما سے عبارت رہی ہے، وہ اِن مخاصمتوں سے جو مختلف زمانوں میں مختلف صورتیں اختیار کرتی رہیں۔

لیکن انہوں نے کوئی بھی صورت بھی اختیار کی ہو، ایک امر پچھلے تمام زمانوں سے یکساں تعلق رکھتا ہے یعنی سماج کے ایک حصے کی طرف سے دوسرے کا استحصال۔ تو پھر کچھ تعجب نہیں کہ پچھلے زمانوں کا سماجی شعور اُس تمام کثرت اور تنوع کے باوجود، جو وہ دکھلاتا ہے، بعض ایسی عمومی ہیئتوں یا کلّی تصورات کے اندر ہی حرکت کرتا ہے جو طبقاتی مخاصمتوں کے پوری معدومی کے سوا مکمل طور پر ناپید نہیں ہو سکتے۔

اشتمالی انقلاب ملکیت کے روایتی تعلقات سے انتہائی بنیادی تراوٹ ہے، کوئی تعجب نہیں کہ اس کا ارتقاء روایتی تصورات سے انتہائی بنیادی تراوٹ کا موجب ہو

جاتا ہے. لیکن اشتمالیت پر بورژوا اعتراضات ہم بس کئے دیتے ہیں۔

ہم اُوپر دیکھ چکے ہیں کہ مزدور طبقے کے انقلاب میں پہلا قدم پرولتاریا کو حکمران طبقے کے درجے تک پہنچا دینا جمہوریت کی لڑائی جیت لینا ہے۔

پرولتاریا اپنے سیاسی اقتدار کو بورژوازی سے بتدریج تمام سرمایہ چھین لینے، پیداوار کے تمام آلات کو ریاست کے یعنی حکمران طبقے کی حیثیت سے منظم ہونے والے پرولتاریا کے ہاتھوں میں اکٹھا کر دینے؛ اور جتنی تیزی سے ممکن ہو سکے پیداواری قوتوں کی مجموعی تعداد کو بڑھا دینے کے لئے کام میں لائے گا۔

شروع میں یہ چیز یقیناً ملکیت کے حقوق پر اور بورژوا پیداوار کے حالات پر جابرانہ یورشوں کے سوا، لہٰذا اُن اقدامات کے سوا عمل میں نہیں لائی جا سکتی جو معاشی اعتبار سے ناکافی اور کمزور تو نظر آتے ہیں لیکن جو تحریک کے دوران میں اپنے آپ سے تجاوز کر جاتے ہیں پرانے سماجی نظام پر مزید یورشوں کو ضروری بنا دیتے ہیں، اور طریق پیداوار کو بالکل منقلب کر دینے کے ایک ذریعے کی حیثیت سے ناگزیر ہوتے ہیں۔

یہ اقدامات مختلف ملکوں میں یقیناً مختلف ہوں گے۔

پھر بھی جب سے ترقی یافتہ ملکوں میں مندرجہ ذیل خاص عمومیت کے ساتھ قابل عمل ہوں گے:۔

۱۔ زمینی املاک کی موقوفی اور زمین کے تمام کرایوں کا اغراض عامہ کیلئے استعمال۔

۲۔ ایک بھاری اضافہ پذیر یا تدریجی محصول آمدنی۔

۳۔ وراثت کے سارے حق کی موقوفی۔

۴۔ تمام تارک الوطنوں اور باغیوں کی ملکیت کی ضبطی۔

۵۔ ایک قومی بینک کے ذریعے سے، جو ریاستی سرمایہ اور بلا شرکت اجارہ داری رکھتا ہو ریاست کے ہاتھوں میں قرضہ کاری کی مرکوزیت۔

۶۔ ریاست کے ہاتھوں میں مواصلات اور حمل و نقل کی مرکوزیت۔

۷۔ ریاست کے مملوکہ کارخانوں اور پیداوار کے آلات کی توسیع، ایک اجتماعی منصوبے کے مطابق بنجر زمینوں کی آبادکاری اور عام طور پر سے زمین کی حالت کی اصلاح اور زمین کی زرعی ترقی

۸۔ سب پر محنت کرنے کی مساوی ذمہ داری، صنعتی فوجوں کا قیام، خاص کر زراعت کیلئے۔

۹۔ زراعت کا اتحاد مال ساز صنعتوں کے ساتھ ملک بھر میں آبادی کی اور بھی مساوی تقسیم کے ذریعے سے شہر اور گاؤں کے باہمی فرق کا بتدریج خاتمہ۔

۱۰۔ سرکاری مدرسوں میں تمام بچوں کے لئے مفت تعلیم ہی موجودہ شکل میں کارخانوں کے اندر بچوں کی مزدوری کی موقوفی، صنعتی پیداوار کے ساتھ تعلیم کا اتحاد، وغیرہ وغیرہ۔

ارتقاء کے دوران میں جب طبقاتی امتیازات غائب ہو چکے ہوں اور تمام پیداوار ساری قوم کی ایک وسیع شراکت کے ہاتھوں میں اکٹھا ہو چکی ہو تو اقتدار عامہ اپنی سیاسی حیثیت کھو دے گا۔ سیاسی طاقت صحیح معنیٰ میں محض ایک طبقے کی منظم قوت ہے دوسرے کو دبائے رکھنے کے لئے، اگر پرولتاریا بورژوازی سے اپنے مقابلے کے دوران میں حالات کے جبر سے مجبور ہو کر اپنے آپ کو ایک طبقے کے طور پر منظم کر لیتا ہے، اگر ایک انقلاب کے ذریعے سے اپنے آپ کو حکمران طبقہ بنا لیتا ہے، اور اس حیثیت سے پیداوار کے پرانے حالات کو بزور صفایا کر دیتا ہے، تو پھر ان حالات کے ساتھ طبقاتی مخاصمتوں کے وجود کے اور بالعموم طبقوں کے وجود کے شرطیہ حالات کا بھی صفایا کر دے گا، اور اس بنا پر ایک طبقے کی حیثیت سے خود اپنے اقتدار کا خاتمہ کر دے گا۔

طبقات اور طبقاتی مخاصمتیں رکھنے والے پرانے بورژوا سماج کی جگہ ہمارے ہاں ایک ایسا سماج ہو گا جس میں ہر ایک کو آزادانہ ترقی اور سب کی آزادانہ ترقی کی شرط ہوتی ہے۔

—۳—

اِشتراکی اور اشتمالی اَدب

(۱) رجعت پرست اشتراکیت

ا۔ جاگیری اشتراکیت

ب۔ پیٹی بورژوا اشتراکیت

پ۔ جرمن یا سچّی اشتراکیت

(۲) قدامت پسند یا بورژوا اشتراکیت

(۳) یوٹوپیای اشتراکیت اور اشتمالیت

(ا) رجعت پرست اشتراکیت

ا۔ جاگیری اشتراکیت

اُن کی اپنی تاریخی حیثیت کی وجہ سے، جدید بورژوا سماج کے خلاف رسالے لکھنا، فرانس اور انگلستان کے اشرافی طبقوں کا مشغلہ بن گیا تھا۔ جولائی ۱۸۳۰ء کے فرانسیسی انقلاب میں اور انگلستان کی شورش اصلاحات میں یہ اشرافی طبقے اس نفرت انگیز نودولتیے سے پھر مات کھا گئے۔ اس کے بعد سے تو کوئی اہم سیاسی مقابلہ ہی سرا سر بحث سے خارج ہو گیا تھا۔ صرف ایک ادبی لڑائی ہی ممکن رہ گئی تھی۔ لیکن ادب کی قلم رو میں بھی خود شاہی کے پرانے دور کے نعرے ناممکن ہو گئے تھے۔

ہمدردی پیدا کرنے کی خاطر اشرافیہ اس بات پر مجبور ہو گیا تھا کہ بظاہر خود اپنے مفاد کو نظر انداز کر دے اور بورژوازی کے خلاف اپنا استغاثہ صرف استحصال زدہ مزدور طبقے کے مفاد میں مرتب کرے۔ اس طرح اشرافیہ نے اپنے آقا کے ہجویں کہہ کر اور اس کے کانوں میں چپ کے چپ سے آنے والی آفت کی ناہنجار پیشین گوئیاں کر کے اپنا بدلہ لے لیا۔

اس طریقے سے پیدا کی ہوئی جاگیری اشتراکیت، کچھ نوحہ خوانی کچھ ہجو گوئی، کچھ ماضی کی گونج کچھ مستقبل کی دھمکی، کبھی کبھی اپنی کڑوی تیکھی اور کٹیلی تنقید سے لیکن بورژوازی کے دل کے اندر تک چیر دینے والی لیکن جدید تاریخ کو سمجھنے کی نااہلیت کے باعث اپنے اثر میں ہمیشہ مضحکہ خیز۔

اشرافیہ نے قوم کو اپنے گرد اکٹھا کرنے کے لئے پرچم کی جگہ پرولتاریا کے آگے بھیک کی جھولی ہلائی تھی لیکن اُس نے جتنی بار اشرافیہ کا ساتھ دیا اس کے پیچھے پرانا جاگیری مارکہ دیکھا اور ایک زوردار اور حقارت آمیز قہقہہ مار کر اُن کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

فرانسیسی وراثت پسندوں اور "نوجوان انگلستان" کے ایک طریق نے یہ تماشا دکھایا تھا۔

یہ نشاندہی کرتے ہوئے ان کے استحصال کے طریقے سے مختلف تھا جاگیریت پسند یہ بھول جاتے ہیں کہ وہ ایسے ماحول اور ایسے حالات میں استحصال کرتے تھے جو بالکل ہی مختلف تھے اور جواب قصۂ پارینہ ہو چکے ہیں۔ یہ دکھاتے ہوئے کہ اُن کی فرماں روائی میں تو جدید پرولتاریا کبھی تھا ہی نہیں، وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ جدید بورژوازی تو خود اُن کے اپنے سماج کی ہیئت کی لازمی پیداوار ہے۔

باقی یہ کہ وہ اپنی تنقید کی رجعت پرستانہ نوعیت کو تو اتنا کم چھپاتے ہیں کہ بورژوازی کے خلاف اُن کا اصل الزام یہ ہوتا ہے کہ بورژوا راج کے تحت ایک ایسا طبقہ نشوونما پا رہا ہے جو یقیناً سماج کے پُرانے نظام کو جڑ پیڑ سے اُکھاڑ پھینکے گا۔

وہ جس بات پر بورژوازی کو دھمکاتے ہیں وہ بات اس قدر یہ نہیں ہے کہ وہ ایک پرولتاریا پیدا کر دیتا ہے جس قدر یہ کہ وہ ایک انقلابی پرولتاریا پیدا کر دیتا ہے۔ اس لئے سیاسی عمل میں وہ مزدور طبقے کے خلاف تمام جابرانہ کارروائیوں میں شریک ہو جاتے ہیں، اور عام زندگی میں اپنی پُرطمطراق سخن سازیوں کے باوجود، صنعت کے پیڑ سے ٹپکنے والے سونے کے سیب اُٹھا لینے کے لئے، اور اون اور چقندر کی شکر اور آلو کی شراب کی تجارت کے صداقت، حمیت اور عزت کا سودا کر لینے کے لئے جھک جاتے ہیں۔*

جس طرح پادری ہمیشہ زمیندار کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے چلتا رہا ہے۔ اسی طرح ملائی اشتراکیت جاگیری اشتراکیت کے ساتھ چلتی رہتی ہے۔

عیسائی رہبانیت کو اشتراکی رنگ دینے سے زیادہ آسان کوئی چیز نہیں ہے۔ کیا عیسائیت نے نجی ملکیت کے خلاف، شادی کے خلاف، ریاست کے خلاف وعظ نہیں کیا؟ کیا اُن کی جگہ اُس نے خیرات اور عسرت، تجرد اور نفس کشی، خانقاہی زندگی اور مادر کلیسا کی تبلیغ نہیں کی ہے؟ عیسائی اشتراکیت محض وہ متبرک پانی ہے جس سے پادری اشرافیے کے دل کی جلن کو پاک بنا دیتی ہے۔

”ب“۔ پیٹی بورژوا اشتراکیت

جاگیری اشرافیہ ہی وہ ایک طبقہ نہیں تھا جو بورژوازی کے ہاتھوں تباہ ہو گیا ہو۔ وہ ایک ہی طبقہ نہیں جس کی زندگی کے حالات جدید بورژوا سماج کی فضا میں خراب و خستہ ہو کر ختم ہو گئے ہوں۔ عہدِ وسطیٰ کے شہری، بیوپاری اور چھوٹی حیثیت دار کسان، جدید بورژوازی کے پیش رو تھے۔

اُن ملکوں میں جنھوں نے صنعتی اور تجارتی اعتبار سے بس تھوڑی ہی سی ترقی کی ہے، یہ دو طبقے اُبھرتے ہوئے بورژوازی کے پہلو بہ پہلو اب بھی پنپتے جاتے ہیں۔

اُن ملکوں میں جہاں جدید تمدن پورا ترقی یافتہ ہو چکا ہے، پیٹی بورژوا کا ایک نیا طبقہ بن گیا ہے جو پرولتاریا اور بورژوازی کے درمیان ڈانواں ڈول رہتا ہے اور بورژوا سماج کے ایک تکمیلی حصے کے طور پر ہمیشہ اپنا احیاء کرتا رہتا ہے پھر بھی مقابلے کا عمل اس طبقے کے انفرادی ارکان کو پرولتاریا کے اندر مسلسل پھانسے جا رہا ہے۔ اور جیسے جیسے جدید صنعت ترقی کرتی جاتی ہے وہ اِس لمحے کو بھی قریب آتے دیکھتے ہیں جب وہ جدید سماج کے آزاد حصے کی حیثیت سے بالکل غائب ہو جائیں گے اور صنعت، زراعت اور تجارت میں نگراں کار، گماشتے اور دوکانوں کے نوکر اُن کی جگہ لے لیں گے۔

فرانس جیسے ملکوں میں جہاں آدھی سے بھی بہت بڑی آبادی کسانوں پر مشتمل ہو، وہاں یہ قدرتی بات تھی کہ جو مصنف بورژوازی کے مقابلے میں پرولتاریا کی طرف داری کرتے تھے۔ وہ بورژوا راج پر اپنی تنقید میں کسان اور پیٹی بورژوا کے معیار سے کام لیتے، اور ان درمیانی طبقوں کے موقف کی بنا پر مزدور طبقے کے لئے لکھا کرتے۔ اِس طرح پیٹی بورژوا اشتراکیت پیدا ہوئی، نہ صرف فرانس میں بلکہ انگلستان میں بھی سِسمونڈی اس دبستان کا سربراہ تھا۔

اشتراکیت کے اِس دبستان نے بڑی باریکی سے جدید پیداوار کے حالات کے تضادات کا تجزیہ کیا۔ معاشیات دانوں کی ریاکارانہ عذر داریوں کو آشکارا کر دیا۔ مشینوں اور محنت کی تقسیم؛ چند ہاتھوں میں سرمائے اور زمین کے ارتکاز؛ زائد پیداوار اور بحرانوں کے تباہ کُن اثرات کو ناقابل

تردید طریقے سے ثابت کیا یعنی بورژوا اور کسان کی ناگزیر تباہی، پرولتاریا کی فلاکت، پیداوار کا مزاج، حقیقی دولت کی تقسیم میں کھلی نابرابریاں، قوموں میں باہمی خاتمے کی صنعتی جنگ، قدیم اخلاقی بندھنوں کی، قدیم خاندانی رشتوں کی، قیام قومیتوں کی زوال پذیری دکھلائی۔

پھر بھی اپنے مثبت مقاصد میں یہ طرزِ اشتراکیت کی آرزو شدید تو ہے کہ یا تو پیداوار اور تبادلے کے پرانے وسائل کو اور ان کے ساتھ پرانے ملکیتی تعلقات اور پرانے سماج کو بحال کردیا جائے یا پیداوار اور تبادلے کے جدید وسائل کو انہیں پرانے ملکیتی تعلقات کے چوکھٹے کے اندر جکڑ دیا جائے جنھیں اِن وسائل نے اُڑا دیا ہے جنھیں اڑا دیا جانا تھا یہ صورت ہو یا وہ، وہ رجعت پرست بھی تھے اور یوٹوپیائی بھی۔

اُس کا قول فیصل ہے بصنعت کے لئے اجتماعیہ گلڈیں، زراعت میں پدرسرانہ تعلقات۔ آخر جب تاریخ کے کڑے حقائق نے خود فریبی کے سارے نشہ آور اثرات زائل کر ڈالے تو افسردگی کے ایک المناک دورے میں اس طرزِ اشتراکیت کا خاتمہ ہوگیا۔

ب۔ جرمن، یا "سچی" اِشتراکیت

فرانس کا اشتراکی یا اشتمالی ادب، وہ ادب جو ایک ذی اقتدار بورژوازی کے دباؤ کے تحت پیدا ہوا، اور جو اس اقتدار کے خلاف جدوجہد کا مظہر تھا۔ اُسے جرمنی میں ایک ایسے وقت متعارف کروایا گیا، جب اُس ملک میں بورژوازی نے جاگیری مطلق العنانی سے اپنی لڑائی بس شروع ہی کی تھی۔

جرمنی کے فلسفیوں، فلسفی نماؤں اور نکتہ سنجوں نے اس ادب کو بے تابی سے لپک لیا۔ لیکن یہی بھلا دیا کہ جب یہ تحریریں فرانس سے جرمنی میں منتقل ہوئی تھیں تو اُن کے ساتھ فرانس کے سماجی حالات منتقل نہیں ہوئے تھے۔ جرمنی کے سماجی حالات کے رابطے میں اس فرانسیسی ادب نے اپنی تمام فوری عملی اہمیت کھودی اور ایک ٹھیٹ ادبی صورت اختیار کرلی چنانچہ اٹھارویں صدی کے جرمن فلسفیوں کے نزدیک فرانس کے پہلے انقلاب کے تقاضے عمومی حیثیت میں "عملی عقل" کے تقاضوں سے زیادہ اور کچھ نہیں تھے، اور فرانس کے

انقلابی بورژوازی کے ارادے کا اعلان اُن کی نظروں میں ارادۂ محض یعنی اس کا لازمی مطلب تھا، ارادے کے قوانین، عمومی طور پر سچے انسانی ارادے کے قوانین کا اظہار تھا۔

جرمن اہلِ علم کا کام صرف یہ تھا کہ وہ فرانسیسی تصورات کو اپنے قدیم فلسفیانہ وجدان سے ہم آہنگ کریں، بلکہ خود اپنے فلسفیانہ نقطۂ نظر کو ترک کئے بغیر فرانسیسی تصورات سے الحاق کریں۔ یہ الحاق اُسی طرح عمل میں آیا جس طرح ایک غیر زبان کو تصرف میں لایا جاتا ہے یعنی ترجمے کے ذریعے سے۔

یہ سب کو معلوم ہے کہ کس طرح راہبوں نے انہیں مخطوطوں کے اُوپر قلم پھیر کر من و عن قدیمی جاہلیت کی کلاسیکی تصنیفیں قلم پھیر کر کس طرح رومن کیتھولک اولیاء کی مہمل سوانح عمریاں تحریر کردی تھیں۔ جرمن اہلِ علم نے فرانس کے دنیاوی اَدب کے معاملے میں اس عمل کو اُلٹ دیا۔ انہوں نے فرانسیسی اصل کے نیچے اپنی فلسفیانہ لغویات لکھ دیں۔ مثلاً زر کے معاشی وظیفوں کی فرانسیسی تنقید کے نیچے لکھ دیا "انسانیت کی علاحدگی" اور بورژوا ریاست کی فرانسیسی تنقید کے نیچے لکھ دیا "مقولۂ کلیت کی تنزلی" وغیرہ وغیرہ۔

انہوں نے فرانسیسی کی تاریخی تنقیدوں کی پشت پر فلسفیانہ فقروں کا رَدّا چڑھا کر اُس کا نام رکھا تھا: "عمل کا فلسفہ" "سچی اشتراکیت"، "اشتراکیت کا جرمن علم"، "اشتراکیت کی فلسفیانہ بنیاد" وغیرہ وغیرہ۔

اِس طرح فرانس کے اشتراکی اور اشتمالی اَدب کو بالکل مجہول بنا دیا گیا اور چونکہ اس نے جرمن کے ہاتھوں میں ایک طبقے کے ساتھ دوسرے طبقے کی کش مکش کو ظاہر کرنا چھوڑ دیا تھا اس لئے جرمن کو یہ احساس ہونے لگا تھا کہ وہ فرانسیسی یکطرفہ پن پر غالب آگیا ہے اور وہ سچے تقاضوں کی نہیں بلکہ سچ کے تقاضوں کی، پرولتاریا کے نہیں بلکہ انسانی فطرت کے مفادوں کی یعنی اُس عام انسان کے مفادوں کی ترجمانی کرتا ہے جو کسی طبقے سے وابستہ نہیں ہوتا، کوئی اصلیت نہیں رکھتا، جو صرف فلسفیانہ تخیل کی کہر آلود اقلیم میں وجود رکھتا ہے۔

یہ جرمن اشتراکیت، جو اتنی سنجیدگی اور سختی کے ساتھ اپنی طالب علمانہ مشق پڑھایا کرتی تھی، اور بازاری دوا فروش کے انداز میں یوں اپنے پوچ مال کے گن گاتی تھی، وہ اِس اثنا

بل رفتہ رفتہ اپنی علم پرستانہ معصومیت کھو بیٹھی۔

جاگیری اشرافیے اور مطلق العنان بادشاہی کے خلاف جرمن اور خاص کر پروشیائی بورژوائی کی لڑائی، دوسرے لفظوں میں حریت پسند تحریک اور تیز ہو گئی تھی۔

اِس کی بدولت سیاسی تحریک سے اشتراکی مطالبوں کو بھڑا دینے، حریت پسندی پر، نیابتی حکومت پر، بورژوا مسابقت، صحافت کی بورژوا خود مختاری، بورژوا قانون سازی، بورژوا آزادی اور برابری پر روایتی پھٹکاروں کی بوچھاڑ کرنے، اور عوام کو یہ سکھلانے کے لئے کہ وہ اِس بورژوا تحریک سے کچھ نہیں پائیں گے۔ اور سب کچھ کھو دیں گے، "سچی" اشتراکیت کو وہ موقع مل گیا جو مدت سے چاہتی تھی۔ جرمن اشتراکیت عین وقت پر یہ بھول گئی کہ فرانسیسی تنقید کے لئے، جس کی وہ احمقانہ نقالی تھی، جدید بورژوا سماج کی موجودگی، اس سے مطابقت رکھنے والی زندگی کے معاشی حالات، اور اس کے مطابق بنائے ہوئے سیاسی دستور کے ساتھ، پہلے ہی سے ضروری تھی یعنی وہی چیزیں جن کا حاصل کرنا جرمنی میں ہونے والی زیر تجویز جدوجہد کا مقصد تھا۔

وہ بورژوازی کے خلاف، جو آنکھیں دکھا رہا تھا، ایک اچھا ہوّا بن کر مطلق العنان حکومتوں کی خدمت بجا لائی جن کے پیچھے پادریوں، پروفیسروں، دیہی منصب داروں اور افسروں کا سلسلہ لگا ہوا تھا۔

وہ ایک میٹھی چاشنی تھی، اُن کوڑوں اور اُن گولیوں کی کڑوی ٹکیاؤں کے بعد جن کا مزہ انہیں حکومتوں نے جرمنی کے مزدور طبقے کی بغاوتوں کو ٹھیک اِسی وقت چکھایا تھا۔

اِس طرح یہ "سچی" اشتراکیت جہاں جرمن بورژوازی سے لڑنے کے لئے ایک ہتھیار کے طور پر حکومتوں کے کام آئی تھی وہیں وہ ایک رجعت پرستانہ مفاد، جرمنی کے چھٹ بھیوں کے مفاد کی بھی راست ترجمانی کرتی تھی۔ جرمنی میں پیٹی بورژوا طبقہ جو سولہویں[16] صدی کی باقیات ہے اور اس وقت سے برابر مختلف صورتوں میں پھر سے نمودار ہوتا رہا ہے، وہ موجودہ صورتحال کی اصل سماجی بنیاد ہے۔

اس طبقے کو باقی رکھنے کا مطلب جرمنی میں موجودہ صورت حال کو باقی رکھنا ہے۔ بورژوازی

کا صنعتی اور سیاسی اقتدار اسے ایک طرف سرمائے کے ارتکاز اور دوسری طرف ایک انقلابی پرولتاریا کی ترقی سے ہونے والی یقینی تباہی سے ڈراتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ "سچی" اشتراکیت اِن دو پرندوں کو ایک تیر سے مار دے گی وہ ایک وبا کی طرح پھیل گئی۔

خیالی منطق طرازیوں کا لبادہ، فصاحت کے بیل بوٹوں سے منقش پریشانہ دردمندی کی اوس میں تر بتر، یہ ماورائی لبادہ جس میں جرمن اشتراکیت پسندوں نے اپنی پوچ "ابدی صداقتوں" کے بالکل ہڈی، چمڑا، پنجر کو لپیٹ رکھا تھا، ایسے لوگوں میں نہایت عمدگی سے اُن کی مال کی بکری کو بڑھا دینے کے کام آگیا۔

اور جرمن اشتراکیت اپنے طور پر پیتی بورژوا چھٹ بھیئے کی بلند بانگ ترجمان کی حیثیت سے اُس کے اپنے فرض کو زیادہ سے زیادہ قبول کرتی گئی۔

وہ جرمن قوم کے مثالی قوم ہونے اور جرمن چھٹ بھیئے کے آدرشی انسان ہونے کا اعلان کرنے لگی۔ وہ اِس مثالی اِنسان کی ہر اوباشانہ کمینگی کو، اس کے اصلی کردار کے عین برعکس، ایک باطنی، برتر اشتراکی معنی پہنانے لگی۔ وہ اِس انتہائی حد تک چلی گئی کہ اشتمالیت کے "وحشیانہ تخریبی" رجحان کی راست مخالفت اور سارے طبقاتی کش مکشوں سے اپنی بے انتہا، بالاتر اور بے لاگ حقارت کا اعلان کرنے لگی۔ بہت تھوڑی استثناؤں کے سوا، وہ تمام کی تمام نام نہاد اشتراکی اور اشتمالی مطبوعات جو اب (۱۸۴۷ء) جرمنی میں شائع ہو رہی ہیں اسی فاسد جھول کن ادب کے دائرے سے تعلق رکھتی ہیں۔[۵]

(۲) قدامت پسند یا بورژوا اشتراکیت

بورژوازی کا ایک فریق سماجی دکھوں کا علاج چاہتا ہے تاکہ بورژوا سماج کی زندگی کے دوام کا تحفظ ہو جائے اس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں، معاشیات دان، بہبود کار، انسان دوست، محنت کش طبقے کی حالت کے مصلح خیرات خانوں کے منتظم، جانوروں پر بے رحمی کا انسداد کرنے والی انجمنوں کے ارکان، نشہ بندی کے خبطی، ہر قابل تصوّر قسم کے خفیہ مصلح۔ اسکے

علاوہ اشتراکیت کی اس شکل کو مکمل نظاموں کی صورت میں بھی ترتیب کر دیا گیا ہے۔

اس طرز کی ایک مثال کے طور پر ہم پرودھاں کی "فلسفۂ افلاس" کا حوالہ دے سکتے ہیں۔

اشتراکیت پسند بورژوا جدید سماجی حالات کے سارے فائدے اُن حالات سے لازمی طور پر پیدا ہونے والی کش مکشوں اور خطروں کے بغیر چاہتے ہیں۔ وہ سماج کی موجودہ حالت اُس کے انقلابی اور تحلیلی عناصر کے بغیر پسند کرتے ہیں۔ وہ ایسی پرولتاریا کے بغیر ایک بورژوازی چاہتے ہیں۔ بورژوازی فطری طور پر اُسی دنیا کو سب سے بہتر سمجھتا ہے جس میں وہ سب سے برتر ہوتا ہے، اور بورژوا اشتراکیت اُس خوش آئند تصور کو طرح طرح کے کم و بیش مکمل نظاموں کی صورت میں ترقی دیتی ہے۔ وہ پرولتاریا سے ایسے نظام کو عمل میں لانے اور اس کی بدولت سیدھا ایک سماجی بہشت بریں میں داخل ہو جانے کا تقاضا کرتے وقت وہ حقیقت میں اُس کا تقاضا کرتی ہے کہ پرولتاریا کو موجودہ سماج کی حدوں میں رہنا چاہیئے لیکن بورژوازی کے بارے میں اپنے سارے نفرت آمیز خیالات کو دُور کر دینا چاہیئے۔

اس اشتراکیت کی ایک دوسری اور اس سے زیادہ عملی لیکن اس سے کم منظم شکل نے یہ بتلا کر ہر انقلابی تحریک کو محنت کش طبقے کی نظروں میں حقیر بنا دینے کی کوشش کی کہ محض سیاسی اصلاح نہیں بلکہ زندگی کے مادّی حالات کی، معاشی تعلقات کی تبدیلی ہی، انہیں کو فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ زندگی کے مادی حالات کی تبدیلیوں سے اس طرز اشتراکیت کی مراد پیداوار کے بورژوا تعلقات کا قلع قمع ہرگز نہیں ہوتا، وہ قلع قمع جو صرف ایک انقلاب ہی سے عمل میں آ سکتا ہے، بلکہ اس سے مراد انتظامی اصلاحات ہوتی ہیں جو انہیں تعلقات کے دوام پر مبنی ہوتی ہیں، لہٰذا وہ اصلاحات جو کسی صورت میں سرمائے اور محنت کے باہمی تعلقات پر اثر نہیں ڈالتیں بلکہ زیادہ سے زیادہ بورژوا حکومت کے خرچ کو کم کر دیتی ہیں۔ اور انتظامی کام کو سادہ بنا دیتی ہیں۔

بورژوا اشتراکیت کا پورا اظہار اس وقت اور صرف اسی وقت ہوتا ہے جب وہ نری سخن آرائی بن جاتی ہے۔ آزاد تجارت: محنت کش طبقے کے فائدے کیلئے، تامینی محاصل: محنت کش طبقے کے لئے، جیل کی اصلاح: محنت کش طبقے کے فائدے کے لئے — بورژوا اشتراکیت کا یہی آخری قول اور یہی ایک دیانت دارانہ قول ہے۔

اِس کا خلاصہ اس فقرے میں ہے: ایک بورژوا، بورژوا ہوتا ہے ــــــ محنت کش طبقے کے فائدے کے لئے۔

(۳) تنقیدی یوٹوپیائی اشتراکیت اور اشتمالیت

ہم یہاں اِس اَدب کا ذکر نہیں کریں گے جس نے ہمیشہ ہر بڑے جدید انقلاب میں پرولتاریا کے مطالبوں کی ترجمانی کی ہے، جیسے بابوف[1] وغیرہ کی تحریریں۔

اُس کے اپنے مقصدوں کو حاصل کرنے کے لئے پرولتاریا کی اوّلین راست کوششیں جو اُس عام ہیجان کے دنوں میں کی گئی تھیں جب جاگیری سماج کو ڈھایا جا رہا تھا، وہ کوششیں، اُس وقت پرولتاریا کی غیر ترقی یافتہ حالت کی وجہ سے، نیز اِس کی آزادی کی معاشی حالات کے فقدان کی وجہ سے بھی لازمی طور پر ناکام ہو گئیں، وہ حالات جنھیں پیدا کرنا باقی تھا، اور جنھیں صرف آنے والا بورژوا عہد ہی پیدا کر سکتا جو انقلابی ادب پرولتاریا کی اوّلین تحریکوں کے ساتھ ساتھ آیا تھا وہ لازمی طور پر ایک رجعت پرستانہ کردار رکھتا تھا۔ اس نے ہمہ گیر رہبانیت اور سماجی برابری کی، اُس کی نہایت نا پختہ شکل میں تعلیم دی تھی۔

وہ اشتراکی اور اشتمالی نظام جو بجا طور پر اس نام سے پکارے جاتے ہیں یعنی سیں سیمون، فورئیے، اوین وغیرہ کے نظام، پرولتاریا اور بورژوازی کی باہمی کش مکش کے اُس غیر ترقی دور میں وجود میں آتے ہیں جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

اِن نظاموں کے بانی طبقاتی تضادوں کو اور سماج کی موجودہ ہیئت کے اندر تحلیلی عناصر کے عمل کو حقیقت میں دیکھتے ہیں، لیکن پرولتاریا، جو ابھی اپنی طفولیت ہی میں تھا، انہیں ایک ایسے طبقے کا نظارہ پیش کرتا ہے جو کسی تاریخی پہل کاری یا کسی آزاد سیاسی تحریک کا حامل نہیں ہے۔ چوں کہ طبقاتی تضاد کا ارتقا صنعت کے ارتقا کے برابر برابر قدم اٹھاتا ہے اس لئے جیسی معاشی صورتحال کہ انہیں ملتی ہے، وہ ابھی پرولتاریا کی آزادی کے لئے انہیں مادی حالات فراہم نہیں

(دیکھئے حصہ ۱ بورژوا اور پرولتاریا)

کرنے پاتی۔ لہٰذا وہ ایک نئے سماجی علم کی، نئے سماجی قوانین کی تلاش میں ہوتے ہیں جو یہ حالات پیدا کر دیں۔

تاریخی عمل کو ان کے ذاتی اختراعی عمل کے لیے، آزادی کے تاریخی طور پر پیدا ہونے والے حالات کو خیالی حالات کے لئے، اور پرولتاریہ کی تدریجی، خود رو طبقاتی تنظیم کو سماج کی ایک ایسی تنظیم کے لئے راہ چھوڑنی پڑتی ہے جسے اِن موجدوں نے خاص طور پر ترکیب دی ہے۔ اُن کی نظروں میں مستقبل کی تاریخ، ان کے سماجی منصوبوں کی تبلیغ اور انجام دہی کی صُورت اختیار کر لیتی ہے۔

اپنے منصوبوں کو تشکیل دیتے ہوئے انھیں یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ خاص محنت کش طبقے کے مفادوں کا اِس حیثیت سے جتن کر رہے ہیں کہ وہ سب سے زیادہ مصیبت زدہ طبقہ ہے۔ بس سب میں زیادہ مصیبت زدہ طبقے کے نقطۂ نظر ہی سے پرولتاریا اُن کے لئے وجود رکھتا ہے۔

طبقاتی جدوجہد کی غیر ترقی یافتہ حالت اور خود اُن کے اپنے ماحول کی وجہ سے بھی اس قسم کے اشتراکیت پسند اپنے آپ کو سارے طبقاتی تضادوں سے بہت اُونچا سمجھ لیتے ہیں۔ وہ سماج کے ہر فرد کی، یہاں تک کہ نہایت مراعات یافتہ شخص کی حالت تک سُدھار دینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ وہ طبقے کا امتیاز کئے بغیر عام طور پر سارے سماج سے، نہیں بلکہ ترجیحی طور پر حکمراں طبقے سے اپیل کرتے ہیں۔ اس لئے کہ جب لوگ ایک مرتبہ اُن کے نظام کو سمجھ جائیں تو پھر وہ اس میں سماج کے حتی الامکان بہترین حالت کا حتی الامکان بہترین خاکہ دیکھنے سے کیسے قاصر رہ سکتے ہیں۔

اسی لئے وہ سارے سیاسی اقدام کو اور خاص کر سارے انقلابی اقدام کو رد کر دیتے ہیں؛ وہ یہ چاہتے ہیں کہ پُرامن ذریعوں سے اپنے مقصد حاصل کر لیں، اور یہ کوشش کرتے ہیں کہ چھوٹے موٹے تجربوں سے جن کا ناکام ہو جانا یقیناً مقدر ہوتا ہے، اور مثال کے بل پر اس نئی سماجی انجیل کے لئے راستہ صاف کر دیں۔

مستقبل کے سماج کی ایسی ہوائی تصویریں، اس وقت کی کھینچی ہوئی، جب پرولتاریا ابھی غیر ترقی یافتہ حالت میں ہوتا ہے۔ اور خود اپنی حیثیت کا محض ایک ہوائی تصور رکھتا ہے۔ یہ تصویریں سماج کی ایک عام تشکیل نو کے لئے اُس طبقے کی پہلی پہلی جبلی امنگوں سے مطابقت رکھتی ہیں۔

لیکن یہ اشتراکی اور اشتمالی مطبوعات اپنے اندر ایک تنقیدی عنصر بھی رکھتی ہیں۔ وہ موجودہ سماج کے

ہر اصول پر وار کرتی ہیں، اس لئے وہ محنت کش طبقے کی تعلیم کے لئے نہایت قیمتی مواد سے بھری ہوئی ہیں، اُن میں جو عملی اقدامات تجویز کئے گئے ہیں، جیسے شہر اور گاؤں کے فرق کا، خاندان کا نجی افراد کے حق میں صنعتوں کے چلانے کا اور اُجرتی نظام کا انسداد، سماجی ہم آہنگی کا اعلان، ریاست کے کاموں کی محض پیداوار کی نگرانی میں تبدیلی، یہ تمام تجویزیں فقط طبقاتی تضادوں کے خاتمے کی طرف اشارہ کرتی ہیں جو اس وقت بس اُبھرنے ہی لگے تھے اور جو ان مطبوعات میں اپنی نہایت ابتدائی غیر واضح اور غیر معین صورت میں دیکھے گئے ہیں۔ اس لئے یہ تجویزیں ٹھیٹ یوٹوپیائی ڈھنگ کی ہیں۔

تنقیدی یوٹوپیائی اشتراکیت اور اشتمالیت کی اہمیت تاریخی ارتقاء سے ایک اُلٹا تعلق رکھتی ہے۔ جیسے جیسے جدید طبقاتی کش مکش نشوونما پاتی ہے اور ایک واضح صورت اختیار کرتی جاتی ہے۔ اُسی نسبت سے اُس لڑائی سے یہ خیالی علاحدگی، اُس پر یہ خیالی تنقیدیں ساری عملی قدر اور ساری نظریاتی جواز کھوتی جاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ اگرچہ ان نظاموں کے بانی کئی اعتبار سے انقلابی تھے لیکن اُن کے شاگرد ہر لحاظ سے محض رجعتی فرقے بن گئے۔ وہ پرولتاریا کے بڑھتے ہوئے تاریخی نشوونما کے برخلاف اپنے استادوں کے اصل خیالات پر سختی سے جمے رہتے ہیں۔ اس لیے وہ طبقاتی کش مکش کو ٹھنڈا کر دینے اور طبقاتی تضادوں میں ملاپ کرانے کی کوشش کرتے ہیں، اور مستقل طور پر کرتے رہتے ہیں، وہ اب بھی اپنے سماجی یوٹوپیاؤں کو تجرباتی طریقے سے وجود میں لانے کا، الگ الگ "فالانستر" تعمیر کرنے "گھریلو نو آبادیاں" قائم کرنے، ایک "چھوٹا سا ایکاریا" بنانے کا — یعنی نئے یروشلم کے چھوٹے چھوٹے ایڈیشنوں کا - خواب دیکھا کرتے ہیں، اور ان تمام ہوائی قلعوں کو وجود میں لانے کے لئے وہ بورژوا کے احساسات سے ان تھیلیوں سے رجوع کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ وہ بتدریج ان رجعت پرست، قدامت پسند اشتراکیوں کے زمرے میں کھپ جاتے ہیں۔ جن کا نقشہ اُوپر کھینچا گیا ہے اُن سے وہ صرف نسبتاً زیادہ باضابطہ کتاب پرستی اور اپنے سماجی علم کے معجزانہ اثرات پر مجنونانہ

(ا- اس کا اشارہ انگلستان میں تحریک (۱۸۳۶ء - ۱۸۴۸ء) پہلی سیاسی تحریک تھی جس میں مزدوروں نے آزادانہ مزدور طبقے کی حیثیت سے اپنے مطالبات حکومت کے سامنے پیش کئے تھے۔ یہ چیز بورژوا تحریک تھی لہٰذا اردو مترجم تفصیل کے لئے دیکھیے حاشیہ ۵۲ ——— ب:- اس کا اشارہ اخبار "لوریفام" (لا اصلاح) کے حامیوں کی طرف ہے، جو پیرس میں ۱۸۴۸ء - ۱۸۵۰ء تک شائع ہوتا رہا (انگریزی ایڈیشن کا ایڈیٹر) حاشیہ ۸۲ دیکھیے،

اور واہمانہ اعتقاد رکھنے کی حد تک ہی مختلف ہوتے ہیں۔

اِس لئے وہ محنت کش طبقے کے تمام سیاسی اقدام کی شدت سے مخالفت کرتے ہیں۔ ایسا اقدام، ان کے بقول، محض اِس نئی انجیل پر اندھی بے اعتقادی ہی کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔

اِنگلستان میں اوین کے پیرو اور فرانس میں فوریٹے کے پیرو بالترتیب چارٹسٹوں اور ریفارمیتوں کی مخالفت کرتے ہیں۔

۴

موجودہ مختلف ذی اختلاف جماعتوں کے تعلق سے

کمیونسٹوں کا مؤقف

حصہ ۲ نے مزدور طبقے کی موجودہ جماعتوں جیسے انگلستان میں چارٹسٹوں اور امریکہ میں زرعی اصلاح پسندوں کے ساتھ کمیونسٹوں کے تعلقات کو واضح کر دیا ہے۔

کمیونسٹ فوری مقصدوں کو حاصل کرنے کے لئے، مزدور طبقے کے وقتی مفادوں کو عمل لانے کے لئے لڑتے ہیں، لیکن وہ حال کی تحریک میں اس تحریک کے مستقبل کی ترجمانی اور اس کا جتن کرتے ہیں۔ فرانس میں کمیونسٹ، قدامت پرست اور استیصال پسند بورژوازی کے خلاف اشتراکی جمہوریت[۸۲] پسندوں کے ساتھ اتحاد کر لیتے ہیں، لیکن اُن فقروں اور فریبوں کے بارے میں ایک تنقیدی مؤقف اختیار کرنے کے حق کو محفوظ رکھتے ہوئے جو انقلاب عظیم سے روایتاً منتقل ہوتے چلے آتے ہیں۔

سوئٹزرلینڈ میں وہ استیصال پسندوں کی حمایت کرتے ہیں، اس امر کو نظر انداز کئے بغیر کہ وہ جماعت کچھ تو، فرانسیسی مفہوم میں جمہوریت پسند اشتراکیوں اور کچھ استیصال پسند بورژوا کے متخاصم عناصر پر مشتمل ہے۔

پولینڈ میں وہ اس جماعت کی حمایت کرتے ہیں جو قومی آزادی کی اوّلین شرط کے طور پر ایک زرعی انقلاب پر اصرار کرتی ہے، وہ جماعت جس نے ۱۸۴۶ء میں کراکو کی بغاوت کو ہوا دی تھی۔

جرمنی میں جب کبھی بورژوازی، مطلق العنان بادشاہی، جاگیری نوابوں اور پیٹی بورژوازی کے خلاف ایک انقلابی کے طریقے سے عمل پیرا ہوتا ہے، تو وہ اس کے ساتھ ساتھ لڑتے ہیں۔

لیکن وہ کبھی ایک لمحے کے لئے بھی مزدور طبقے کے اندر بورژوازی اور پرولتاریا کے باہمی

مخاصمانہ تضاد کا ممکنہ حد تک واضح ترین شعور پیدا کرنے سے باز نہیں آتے، تاکہ جرمن مزدور بورژوازی کے خلاف بہت سے ہتھیاروں کی طرح اُن سماجی اور سیاسی حالات کو بھی بنا توقف استعمال کر سکیں جو بورژوازی اپنے اقتدار کے ساتھ لازمی طور پر پیدا کر دیتا ہے، اور تاکہ جرمنی میں رجعت پسند طبقوں کے سقوط کے بعد خود بورژوازی کے خلاف لڑائی فوراً شروع ہو سکے۔

کمیونسٹ سب سے زیادہ جرمنی کی طرف اپنی توجہ منعطف کرتے ہیں، اس لئے کہ وہ ملک ایک ایسے بورژوا انقلاب کی دہلیز پر کھڑا ہے جسے یورپی تمدن کے اور زیادہ ترقی یافتہ حالات میں اور اس سے کہیں زیادہ پرولتاریا کے ساتھ عمل میں آنا ہے جتنا کہ انگلستان کا پرولتاریا سترھویں صدی میں اور فرانس کا اٹھارویں صدی میں تھا، اور اس لئے کہ جرمنی میں بورژوا انقلاب ایک فوری آنے والے پرولتاری انقلاب کی تمہید ہی ہو گا۔

مختصر یہ کہ کمیونسٹ موجود سماجی اور سیاسی نظم کے خلاف ہر جگہ ہر انقلابی تحریک کی حمایت کرتے ہیں۔

اِن تمام تحریکوں میں وہ ملکیت کے مسئلے کو ہر تحریک کے مقدم مسئلے کے طور پر سب سے آگے رکھتے ہیں، چاہے وہ اس وقت اپنی نشوونما کے کسی درجہ پر ہو۔ آخر میں یہ کہ وہ ہر جگہ تمام ملکوں کی جمہوریت پسند جماعتوں کے اتحاد اور اتفاق کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔

کمیونسٹ اپنے نظریوں اور مقصدوں کو چھپانے سے عار رکھتے ہیں۔ وہ برملا اعلان کرتے ہیں کہ انہیں اپنے مقاصد صرف اس طرح حاصل ہو سکتے ہیں کہ موجودہ سارے سماجی حالات کو طاقت سے اُلٹ دیا جائے۔ حکمران طبقے ایک اشتمالی انقلاب سے کانپا کریں۔ پرولتاریوں کے پاس کھو دینے کے لئے تو اپنی زنجیروں کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اُن کے جیتنے کے لئے ایک دنیا ہے۔

تمام ملکوں کے مزدورو متحد ہو جاؤ!

حاشیے

۱۔ کمیونسٹ لیگ Communist League یورپ کے اشتراکیت پسندوں کی مختلف بین الاقوامی کمیٹیوں کی جو کانفرنس ۱۸۴۷ء میں لندن میں منعقد ہوئی تھی اُس کے مندوبوں نے اسی سال لندن ہی میں کمیونسٹ لیگ کی بنیاد رکھی تھی۔ جس کی کمیٹیاں یورپ کے مختلف مقامات پر کام کرتی تھیں۔ یہ لیگ حقیقت میں مزدوروں کے ایسے چھوٹے چھوٹے انقلابی جتھوں کا ایک اتحاد تھی جو ایک مقصد اور ایک قیادت کے تحت منظم ہو گئے تھے، اُس کی جمہوری تنظیم اور انقلابی نظریے کی بنیاد مضبوط کرنے میں مارکس اور اینگلس نے بہت کام کیا تھا، لیگ کا بنیادی مقصد تھا۔ "بورژوازی کی شکست، پرولتاریا کی حکمرانی، طبقاتی مخاصمتوں پر مبنی پرانے بورژوا سماج کا خاتمہ، طبقوں کے بغیر، نجی ملکیت کے بغیر ایک نئے سماج کا قیام۔" ۱۲ نومبر ۱۸۵۲ء کو کولون کے مقدمے میں کمیونسٹوں کی سزایابی کے فوراً بعد لیگ کو اس کے کارکنوں نے برخاست کر دیا۔ (اردو مترجم)

۲۔ ۱۸۴۸ء پورے یورپ میں مطلق العنان بادشاہتوں کے خلاف، انقلابی اور عمومیت پسند (ری پبلیکن) قوتوں کے انقلابوں کا سال تھا جن کی ابتدا پیرس سے ہوئی۔ فرانس میں بادشاہ اور سرکاری حکام کی مفاد پرستی، بدعنوانیوں اور ۱۸۴۷ء کے تجارتی بحران نے لوگوں میں معاشی اور سماجی بے چینی اور اشتراکی خیالات نے سیاسی ہیجان پیدا کر دیا تھا۔ نچلا درمیانی طبقہ، جس نے زور پکڑ لیا تھا، حق انتخاب کی توسیع کے لئے لڑ رہا تھا جو عمومیت کی تحریک کا مرکزی مطالبہ تھا۔ ۲۲ سے ۲۴ فروری تک بادشاہت کے خلاف ایسی انقلابی تحریک چلی کہ لوئی فلپ Louis Philippe فرانس سے فرار ہو گیا۔ اور ملک میں دوسری مرتبہ عمومیت قائم ہو گئی۔ پیرس کا مزدور طبقہ بھی جس کی فیصلہ کن قوت کے بغیر یہ انقلاب ممکن نہیں تھا، اپنے حالات میں بنیادی تبدیلیوں کا مطالبہ کر رہا تھا جس میں بیروزگاری کے خاتمے کے لئے "کام کے حق" کا انقلابی مطالبہ بھی شامل تھا۔ اُسی کے دباؤ سے اِس نئے راج میں "قومی کارخانے" قائم کئے

گئے اور دو مہینوں کے اندر تقریباً ساٹھ ہزار مزدوروں کو مدد معاش ملنے لگی لیکن یہ بورژوا عمومیت جو تمام بورژوا طبقوں، مختلف ملکیت داروں، سرمایہ داروں اور زمینداروں کی مشترکہ سرمائے کی کمپنی تھی نچلے طبقوں کو دبائے رکھنے کے لئے قائم ہوئی تھی۔ مزدور طبقہ میں اتنی سکت نہیں تھی کہ بورژوا اقتدار کے اِس ڈھانچے میں تبدیلی کر کے انقلاب کے فائدوں کو اپنے حق میں محفوظ رکھ سکے۔ (اُردو مترجم)

۳۔ یورپ کے مختلف ملکوں میں ۱۸۴۸ء کے اِنقلابوں کے خلاف رجعت پسند بورژوا کی کارروائی اسی سال جون میں پیرس سے شروع ہوئی جہاں بورژوا حکمرانوں نے مزدور طبقے کی "سرخ عمومیت" کے خلاف پروپگنڈا کر کے قومی اسمبلی کے انتخابات جیتتے ہی "قومی کارخانے" بند کر دیئے جس کے جواب میں مزدوروں نے مسلح بغاوت کر دی اور ۲۳ سے ۲۶ جون تک تک جنگی مورچے باندھ کر بڑی بہادری سے حکومت کا مقابلہ کیا۔ یہ تاریخ میں پرولتاریا اور بورژوازی کے درمیان پہلی بڑی خانہ جنگی تھی آخر فوج نے اس مسلح بغاوت کو کچل ڈالا۔ (اُردو مترجم)

۴۔ پیرس کمیون Paris Commune پہلی ستمبر ۱۸۷۰ء کو پروشا سے فرانس کی شکست اور دشمنی کے ہاتھوں شہنشاہ لوئی بوناپارٹ Louis Bonaparte نپولین سوم کے گرفتار ہونے پر ملک چھوڑ جانے کے بعد (حاشیہ ۲۷) جب فرانسیسی بورژوازی اور درمیانی طبقے کے موقع پرست نمائندوں نے ۴ ستمبر ۱۸۷۰ء کو پیرس میں پھر سے عمومیت قائم کر کے قومی دفاع کے حیلے سے اپنی "قومی دفاع کی حکومت" بنائی تو اِس کے ساتھ ہی پیرس کے تیس ہزار محنت کار عوام اور مزدوروں کی ایک مسلح جمعیت بھی "قومی محافظ" (نیشنل گارڈ) کے نام سے قائم ہو گئی۔ نئی حکومت نے جو پروشیا سے زیادہ مزدوروں کی مخالفت تھی، ۲۸ جنوری ۱۸۷۱ء کو پروشیا کے چانسلر بسمارک سے (حاشیہ ۲۸) جس کی فوج نے ۱۹ ستمبر ۱۸۷۰ء سے پیرس کا محاصرہ کر رکھا تھا، التوائے جنگ کا معاہدہ کر لیا۔ پھر جب فرانس کے بورژوا حکمرانوں نے جو وارسائی کو فرار ہو گئے تھے، پروشا کی تمام شرطوں، پروشا کو الساس لورین کی سپردگی، ایک ارب فرانک کے تاوان کی ادائیگی اور اس وقت تک فرانس کے کچھ حصے پر پروشا کے قبضے کی برقراری کو قبول کر کے ۲۶ فروری ۱۸۷۱ء کو وارسائی میں ایک صلح نامہ طے کر لیا۔ اور پیرس کی مزاحمت کو

توڑنے کے لئے فرانس کے رجعت پسندوں اور پروشا سے مل کر فوجی کارروائی کا آغاز کر دیا تو پیرس کے مزدوروں نے ۱۸ مارچ سے دفاعی جنگ شروع کر دی اور ۲۸ مارچ کو "قومی محافظ" کی جگہ "پیرس کمیون" قائم کر لیا جس کے انتخابات ۲۶ مارچ کو ہو چکے تھے اور جس میں صرف مزدوروں یا ان کے تسلیم شدہ نمائندے شامل تھے۔ پیرس کمیون تاریخ میں پہلا پرولتاری راج تھا جس نے دو مہینوں کی قلیل مدت میں سماج کی تبدیلی کے لئے کئی انقلابی اقدامات کئے تھے۔ ورسائی کی فوج نے ایک ہفتہ تک پیرس پر اندھا دھند بمباری کی اور بچوں، بوڑھوں اور عورتوں سمیت ہزاروں شہریوں کے بے دریغ قتل عام کے بعد پیرس کمیون کو جس نے ۷۲ دن تک حکومت کی تھی، ۲۸ مئی ۱۸۷۱ء کو ختم کر دیا۔ (اردو مترجم)

۵۔ باکونن، Bakunin (۱۸۱۴ء ــ ۱۸۷۶ء) روس کے ایک جاگیردار کا بیٹا تھا اس نے ایک بین الاقوامی تحریک کے طور پر نراج پسندی (انارکیزم) کی بنیاد رکھی تھی، اس کے خیال میں "تخریب کا جذبہ ایک تخلیقی جذبہ بھی ہوتا ہے"۔ ۱۸۴۸ء کی کئی بغاوتوں میں حصہ لینے کی پاداش میں اُسے سات سال کی سزا بھی ہوئی تھی۔ ایک زمانے میں اُس کے خیالات کو اسپین، اطالیہ اور فرانس میں بہت مقبولیت حاصل ہوئی تھی۔ اُس کی سرگرمیوں کی وجہ سے اُسے پہلے بین الاقوامیہ (بین الاقوامی مزدور انجمن) سے نکال دیا گیا تھا۔ پہلے بین الاقوامیہ کے لئے دیکھئے آگے حاشیہ ۱۱) مارکس کے خیال میں وہ انقلاب کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ مارکس کے بقول "باکونن کے سماجی انقلاب کی بنیاد معاشی حالات نہیں، عزم ہے"۔ (اردو مترجم)

۶۔ جس ایڈیشن کا ذکر کیا گیا ہے، وہ ۱۸۶۹ء میں نکلا تھا۔ ۱۸۸۸ء کے انگریزی ایڈیشن میں بھی اینگلس کے دیباچے میں منشور کے اس روسی ترجمے کی اشاعت کی تاریخ غلط دی گئی ہے (دیکھئے صفحہ ۱۸، انگریزی متن کا مدوّن)

۷۔ روس میں ۱۹ ویں صدی کی آٹھویں دہائی سے انقلابی دانشوروں نے کچھ دیہی عوام کی اشتراکیت کا پرچار کرنے کی وجہ سے Narodniki "عوامیت پسند" کہلاتے تھے زار کی بادشاہی اور جاگیرداری کے خلاف جدوجہد شروع کر دی تھی۔ مارکسیت سے واقف ہونے کے باوجود وہ مزدور طبقے کی بجائے کسانوں کو سماجی انقلاب کی اصل وجہ قوت سمجھتے

تھے۔ جب کسانوں کو ملک گیر بغاوت پر اکساتے میں ناکام ہو گئے تو انہوں نے دہشت پسندی اختیار کر کے Narodnaya Volya "عوامی عزم" کے نام پر ایک خفیہ تنظیم بنالی جس کا مقصد زار اور سرکاری حکام کو قتل کر کے دہشت گردی کے ذریعے سے سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی راہ ہموار کرنا تھا جب پہلی مارچ ۱۸۸۱ء کو الگزنڈر دوم اُن کے ہاتھوں بم سے ہلاک ہو گیا تو اُس کے جانشین الگزنڈر سوئم نے دارالحکومت سینٹ پیٹرز برگ سے فرار ہو کر اس کے باہر گت شینا Gatchina کے شاہی محل میں پناہ لے لی اور اپنے گرد مسلح پہرہ بٹھا دیا اس لئے روس کے باہر لوگ اُسے "گت شینا کا قیدی" کہنے لگے تھے۔ (اردو مترجم)

۸۔ ادب شینا Obshchina دیہی برادری جس میں زمینیں، چراگاہیں، جنگلات مشترکہ ملکیت میں ہوتے تھے اور زمینیں کاشت کرنے کے لئے باری باری لوگوں میں تقسیم کی جاتی تھیں۔ پیسے واجبات کا وقت پر ادا کرنا، ریاست اور جاگیرداروں کے لئے بعض خدمتیں انجام دینا سب کے لئے لازمی تھا۔ (اردو مترجم)

۹۔ "اس فریضے سے" میں نے انگریزی ترجمے کے دیباچے میں لکھا تھا" جسے میری رائے میں تاریخ کے لئے وہی کرنا ہے، جو ڈاردن کے نظریے نے حیاتیات کے لئے کیا ہے، ہم دونوں کے دونوں ۱۸۴۵ء سے کچھ برس پہلے ہی سے بتدریج قریب ہوتے جا رہے تھے۔ خود میں نے آزادانہ طور پر اس کی طرف کتنی پیش رفت کی تھی۔ یہ میری "انگلستان میں مزدور طبقے کی حالت" Condition of Working Class in England سے بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے۔ لیکن جب میں پھر ۱۸۴۵ء کی بہار میں مارکس سے "برسلز" میں ملا تو وہ اُسے پہلے ہی سے مرتب کر چکے تھے۔ اور تقریباً اتنے ہی واضح لفظوں میں اسے میرے سامنے رکھا جن لفظوں میں میں نے یہاں بیان کیا ہے"۔ (۱۸۹۰ء کے جرمن ایڈیشن میں اینگلس کا حاشیہ)

۹۔ب ڈاردن Darwin (۱۸۰۹ء تا ۱۸۸۲ء) مشہور انگریز سائنسداں ۱۸۰۹ء میں جیوانیات یا جاندار چیزوں کے ارتقاء کا نظریہ پیش کیا۔ انسانی سماج کے ارتقاء کا نظریہ مارکس اور اینگلس پہلے ہی قائم کر چکے تھے۔ علم حیاتیات میں ڈاردن کے نظریے کو وہی اہمیت حاصل ہے جو عمرانیات (سماجی علوم) میں مارکس کے نظریے کو (اردو متن کا مترجم

۱۰۔ جارج جولین ہارنی George Julian Harney (۱۸۱۷ء تا ۱۸۹۷ء) مارکس اور اینگلس کا دوست اور انگلستان میں مزدور تحریک کا سرگرم کارکن تھا۔ وہاں کی Chartist تحریک کے پیٹی بورژوا اصلاح پسندوں کے مقابلے میں اس کے انقلابی پرولتاری بازوں کا رہنما تھا اور ریڈ ری پبلکن Red Republican اور ناردرن اسٹار Northern Star کا مدیر تھا۔ (اردو مترجم)

۱۱۔ بین الاقوامی مزدور انجمن (انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن: International Working Men's Association) (۱۸۶۴ء - ۱۸۷۲ء) جو ۲۸ ستمبر ۱۸۶۴ء کو لندن میں قائم کی گئی تھی، اس کی تیاریاں پچھلے دو برسوں سے ہو رہی تھیں۔ ۱۸۴۸ء، ۱۸۴۹ء کی شکستوں کے بعد جب یورپ کا مزدور طبقہ ساتویں دہے تک دوبارہ طاقت ور ہو گیا تو اگست ۱۹۶۲ء میں فرانس کے مزدور انجمنوں کے نمائندوں نے لندن جاکر مزدوروں کی ایک بین الاقوامی تنظیم کے مسئلہ پر انگلستان کی مزدور انجمنوں سے مشورہ کیا۔ اگلے سال جب غلامی کی منسوخی کے سلسلے میں امریکہ کی شمالی اور جنوبی ریاستوں کے درمیان خانہ جنگی چھڑ گئی اور کپاس کی قلت نے انگلستان اور فرانس کے کپڑا مزدوروں کو روزگار کی مشکلات سے دوچار کر دیا تو انگلستان اور فرانس کے ان مزدور نمائندوں نے کپڑا مزدوروں کے مسئلے کو آگے بڑھاتے اور اس کے ساتھ ہی غلامی کی منسوخی اور پولینڈ کی قومی بغاوت (۱۸۶۳ء) کی حمایت کرنے کے لئے مشترکہ کمیٹیاں بنا کر دونوں ملکوں میں جلسے کئے اور لندن میں ایک بڑا مظاہرہ کر ڈالا۔ اور پھر انگریز مزدوروں کی تجویز پر انگلستان، فرانس، جرمنی اور پولستان کے ایک مشترکہ اجلاس میں اس غرض سے ایک کمیٹی بنائی گئی کہ ایک بین الاقوامی کانگریس کے انعقاد کے لئے اس کی طرف سے فرانس کے مزدوروں کو ایک مراسلہ لکھا جائے۔ اس کے جواب میں فرانسیسی مزدوروں نے اگلے سال ایک بین الاقوامی کانگریس منعقد کرنے اور اس کا منشور اور اس کا دستور مرتب کرنے کے لئے لندن میں تمام ملکوں کے مزدور نمائندوں پر ایک مرکزی مجلس قائم کرنے کا منصوبہ پیش کیا۔ ان کا یہ جواب اُن کے نمائندوں نے ۲۸ ستمبر ۱۸۶۴ء کو لندن کے سینٹ مارٹنز ہال میں پڑھ کر سنایا جس کو اس کانگریس نے ایک متفقہ قرارداد کی صورت میں منظور کر کے مزدوروں کی بین الاقوامی

تنظیم بنانے کے لئے ایک عارضی کمیٹی قائم کی جو بعد میں اس تنظیم کی پالیسی ساز ادارے، عمومی کونسل، تبدیل ہوگئی۔ اس طرح اُسی دن بین الاقوامی مزدور انجمن، پہلے "بین الاقوامیئے" کی بنیاد رکھی گئی ــــــ

پہلے "بین الاقوامیئے" کا افتتاحی خطبہ اور دستور کارل مارکس نے مرتب کیا تھا جسے پہلے عارضی کمیٹی نے، پھر ۱۸۶۶ء میں جینوا میں پہلی کانگریس نے منظور کر لیا۔ مزدوروں کی قومی تنظیمیں اور افراد دونوں ہی اس انجمن میں شامل ہو سکتے تھے؛ اور اس کی عمومی کونسل کے ارکان ہر سال اس کی کانگریس کی طرف سے منتخب کئے جاتے تھے۔

یہ حقیقت میں مارکس اور اینگلس ہی تھے جن کی قیادت میں یورپ کی مزدور تحریک پہلی مرتبہ بین الاقوامی مزدور انجمن کی صورت میں منظم ہوئی تھی۔ یہ پہلا "بین الاقوامیئے" ۱۸۷۲ء ہی میں عملاً ختم ہو گیا تھا، اور جب اس کے صدر مقام کو مارکس اور اینگلس کی تجویز پر لندن سے امریکہ میں منتقل کر دیا گیا تو اُسے وہاں ۱۸۷۶ء میں باقاعدہ برخاست کر دیا گیا۔ (اردو مترجم)

۱۲ — پرودون Proudhon (۱۸۰۹ء سے ۱۸۶۵ء) فرانس کے ایک کسان گھرانے کا کاریگر تھا جس نے اپنی ذاتی محنت سے تعلیم پائی اور ایک سیاسی شخصیت، فلسفی، سماجیات داں اور معاشیات داں کی حیثیت حاصل کر لی۔ وہ بھی نراج پسندی کے بانیوں میں سے ایک تھا۔ پرودون ایک عینیت پرست فلسفی تھا، اور سماج کی تعمیر نو کے بارے میں ایک پیٹی بورژوا تصور رکھتا تھا۔ اس کے نزدیک اِنسانی سماج کی تاریخ، تصورات کی کش مکش کی تاریخ ہے، اس لئے کہ انسان محض ایک ابدی عقل یا ایک مطلق تصور کے خارجی اظہار کا ذریعہ ہے۔ گویا سماجی ارتقا خارجی دنیا میں نہیں، بلکہ مطلق تصور کے پراسرار بطن میں واقع ہوتا ہے۔ اس تصور کے برعکس کے سرمایہ دارانہ استحصال سے مزدور طبقے کی آزادی کے لئے پرولتاریا کا سیاسی اقتدار کو فتح کر کے سماج سے طبقوں کو مٹا دینا ضروری ہے، وہ اس استحصال کے خاتمے کے لئے سیاسی جدوجہد کا نہیں، معاشی جدوجہد کا قائل تھا۔ اِس کے نزدیک حکومت کا خاتمہ اور استحصال کا خاتمہ آپس میں مترادف تھے۔ سرمایہ دارانہ ملکیت کو "چوری" کہنے کے باوجود، وہ ایک ایسے بلامرکز وفاقی سماج کا تصور رکھتا تھا۔ جس میں سرمایہ دارانہ نظام کے تحت چھوٹے چھوٹے خود حکمران پیدا کار انفرادی یا اجتماعی طور پر منظم ہو کر باہمی امداد کے اصول

پر سماج کا انتظام کر سکیں۔ پرودون ایک بلا حکومت بورژوا سماج کے تصور سے آگے نہیں بڑھ سکا۔ (اردو مترجم)

۱۳۔ لاسال Lassalle (۱۸۲۵ء - ۱۸۶۴ء) ایک دولت مند تاجر کا بیٹا تھا جو "نوجوان ہیگل پسندوں" کے حلقے سے وابستہ تھا اور ہیگل کی ہیئت پرستی سے متاثر تھا۔ جرمنی میں ۱۸۴۸ء کے انقلاب کے وقت مارکس اور اینگلس کا ساتھی تھا لیکن وہ دونوں بھی نہ اس کے طرزِ زندگی کو پسند کرتے تھے جو بہت امیرانہ تھا نہ اس کے سیاسی مسلک کو جو بہت موقع پرستانہ تھا۔ وہ "اجرتوں کے آہنی قانون" کے اس غیر سائنسی نظریئے کے موجدوں میں سے ایک تھا جس کے لحاظ سے اجرتوں میں اضافے کے لئے مزدوروں کا جدوجہد کرنا بے سود ہے۔ اس کے خیال میں چونکہ ریاست طبقوں اور طبقاتی کشمکش سے بالاتر ہوتی ہے اس لئے وہ مزدوروں کو قرضے دے کر انہیں اپنے کارخانے چلانے میں مدد دے سکتی ہے۔ لاسال نے اپنے ناکام عاشقے کے سلسلے میں ایک احمقانہ "ڈویل" میں مارے جانے سے کچھ عرصہ پہلے کل جرمن مزدور انجمن بنائی تھی جو طبقاتی جدوجہد سے بے تعلق تھی۔ (اردو مترجم)

لاسال ذاتی طور پر ہمارے سامنے اپنے آپ کو ہمیشہ مارکس کا ایک پیرو گردانتا تھا اور اس حیثیت سے منشور کی بنیاد پر موقف اختیار کرتا تھا لیکن اپنی عوامی تحریک ۱۸۶۲ء ۱۸۶۴ء میں ریاستی قرضے سے چلنے والے خود امدادی کارخانوں (کوآپریٹو) کا مطالبہ کرنے سے آگے نہیں بڑھا۔ (اینگلس کا حاشیہ اور اضافہ حاشیہ ۲۴)

۱۴۔ ہرزن Herzen (۱۸۱۲ء - ۱۸۷۰ء) روس کا ایک انقلابی جمہوریت پسند، مادیت پسند فلسفی، صحافی، اور مصنف تھا۔ اس نے ۱۸۴۷ء میں ترکِ وطن کرنے کے بعد ۱۸۵۲ء سے انگلستان میں سکونت اختیار کر لی تھی، جہاں اس نے "آزاد روسی پریس" قائم کیا تھا۔ وہ ایک روسی اخبار کولوکول (جرس) نکالتا تھا۔ (اردو مترجم)

۱۵۔ ویرا زاسولیچ Vera Zasulicih (۱۸۵۱ء - ۱۹۱۹ء) ایک روسی خاتون جس نے ایک "عوامیت پسند" کی حیثیت سے سیاسی زندگی شروع کی تھی۔ اس نے دوسروں کے ساتھ مل کر ۱۸۸۳ء میں ایک تنظیم "آزادیٔ محنت" کی بنیاد رکھی تھی۔ روسی اشتراکیت جمہوریت

پسند مزدور پارٹی (رشین سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی) کی دوسری کانگریس کے بعد وہ منشویکوں میں شامل ہو گئی تھی، پھر "تحلیل پسندوں" Liqudators کے ساتھ ہو گئی۔

۱۶۔ بعد میں خود اینگلس نے Internationales Audem Volksstaat انٹرناشونالس اوس ڈیم فولکس شتاٹ (۱۸۷۱ء تا ۱۸۷۵ء) برلن ۱۸۹۴ء میں خارج شدہ مضمون "روس میں سماجی تعلقات" کے پیش لفظ میں یہ صحیح بتایا کہ اصل مترجم ہے وی پلخانوف ہے۔ (G.V. Plekhanov) انگریزی متن کا مترجم

۱۷۔ ایک انگریزی مدبر اور مصنف سر تھامس مور (More) نے ۱۵۱۶ء میں ایک خیالی جزیرے "یوٹوپیائی" Utopia کا حال اسی نام کی کتاب میں بیان کر کے وہاں عقل، انصاف اور مساوات کے اصولوں کے مطابق ایک کامل سیاسی اور معاشی نظام کو کام کرتا ہوا دکھایا تھا۔ بعد میں جیروم بلانکی Jerome Blanqui نے ۱۸۳۹ء میں اپنی کتاب "سیاسی معیشت کی تاریخ" میں پہلی مرتبہ اُن معاشی مصلحوں کو "یوٹوپیائی اشتراکیت پسند" کہا تھا جو سرمایہ دارانہ سماج میں کسی انقلابی تبدیلی کے بغیر لوگوں میں عقل اور عدل کے محض فطری تقاضے کے زور پر معاشی اور سماجی برابری قائم کرنے کے لئے ناقابل عمل منصوبے بناتے تھے۔ (اردو مترجم)

۱۸۔ البرٹ اوئن Albert Owen (۱۷۷۱ء — ۱۸۵۸ء) ایک انگریز یوٹوپیائی اشتراکی تھا۔ اُسے جوانی سے ہی سرمایہ دارانہ کاروبار کو چلانے اور بڑے بڑے کارخانوں کا انتظام کرنے کا تجربہ حاصل تھا۔ اوئن نے دنیاویت پسندی (سیکولرازم) عقلیت اور اشتراکیت کے نقطۂ نظر سے نجی ملکیت، مذہب اور بورژوا شادی پر سخت تنقیدیں کیں۔ وہ ایک ایسے غیر طبقاتی سماج کا خواب دیکھتا تھا جو مکمل معاشی مساوات کے اصول پر قائم ہو۔ اِس کے نزدیک مستقبل کا یہ غیر طبقاتی سماج خود مختار برادریوں کا ایک آزاد وفاق ہونا چاہیئے۔ وہ سماج کی کسی انقلابی تبدیلی کے بغیر محض دولت کی مساوی تقسیم ہی کو لوگوں کی ساری مادی اور روحانی ترقی کی ضمانت سمجھتا تھا۔ اپنے اِس تصوّر کے مطابق اِس نے ۱۸۲۵ء سے ۱۸۲۹ء تک امریکہ میں، اور ۱۸۳۹ء سے ۱۸۴۵ء تک انگلستان میں کمیون کے طریقے پر مزدور بستیاں بسائی تھیں جن میں اُن کے لئے باہمی امداد کے اصول پر تعلیم، روزگار، اور بازار کا انتظام کیا گیا تھا۔ اِس کا خیال تھا کہ بورژوا حکومتیں

اور سرمایہ داران مثالی بستیوں سے متاثر ہو کر تمام سماج کو اسی سانچے میں ڈھالنے میں مدد دیں گے۔
لیکن سرمایہ فراہم کرنے والوں نے اس کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا تو سماج سازی کے یہ تجربے ناکام ہو گئے (اردو مترجم)

۱۹۔ فرانسوا، ماری، شارل فوریئے Francois Marie — Charles Fourier

فرانس کا ایک مادیت پسند مفکر اور ایک یوٹوپیائی اشتراکی جو ایک تاجر خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ ایک تجارتی کاروبار میں اہل کار کی حیثیت سے کام کرنے کی وجہ سے اسے سرمایہ دارانہ نظام کی خرابیوں کا خاصا تجربہ تھا۔ اُس نے بورژوا سماج پر تنقید کر کے امیری اور غریبی کے تضادوں کو بڑی خوبی سے آشکار کیا۔ فوریئے کے خیال میں انسان کی شخصیت کے بنانے میں اصل حصّہ، ماحول اور تعلیم کا ہوتا ہے۔ اِس لئے ماحول اور تعلیم کا ایسا موزوں انتظام ہونا چاہیئے کہ انسان کی تمام خواہشیں اور اس کی طبیعت کی خامیتیں جو بجائے خود بری نہیں ہوتیں۔ صحیح طریقے سے تکمیل کو پہنچ سکیں۔ اسی نقطۂ نظر سے اس نے مستقبل کے لیے "فلانستر" Phalansteres کے نام سے ایسی مثالی برادریاں تجویز کی تھیں۔ جن میں رہنے والوں کو کام کا حق حاصل ہو، اور کام کو دلچسپ اور تخلیقی بنانے کے لئے ہر شخص ایک ہی کام کرنے کے بجائے ڈیڑھ دو گھنٹوں کے لئے ہر ایک کام میں حصّہ لے اور اسے اسکی محنت اور صلاحیت کے مطابق معاوضہ دیا جائے۔ اس کے نزدیک لوگوں میں برابری قائم کرنے کے لئے دماغی اور جسمانی فرق کو مٹا دینا ضروری ہے۔ لیکن اس سماجی تبدیلی کے لئے فوریئے پرولتاری انقلاب کا قائل نہیں تھا، بلکہ اس کے خیال میں سرمایہ داروں میں اشتراکی خیالات کے پُرامن پرچار ہی سے یہ مقصد حاصل ہو سکتا تھا، لیکن اُسے اپنے مقصد میں کبھی کامیابی نہیں ہوئی۔ (اردو مترجم)

۲۰۔ اے تی ین، کابے Ethienne Cabet (۱۷۸۸ء-۱۸۵۶ء) فرانس کے غریب خاندان کا فرد جس نے محنت کر کے اعلیٰ تعلیم پائی تھی۔ کابے کمیونزم کی اس ابتدائی غیر ترقی یافتہ سوچ سے متاثر تھا جو فرانس میں ۱۸۳۰ء کے انقلاب کے بعد بہت سی خفیہ انقلابی تنظیموں میں عام ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے سرمایہ داری پر اشتراکیت کی برتری ثابت کرنے کے لئے ۱۸۴۰ء میں اپنے ناول "ایکاری کی سیاحت" (Voyage in Icarie) میں ایک خیالی ریاست کی تصویر کھینچی تھی۔ جس میں لوگ ایک کمیون کی صورت میں رہتے ہیں؛ وہاں زرعی بستیاں اور قومی کارخانے قائم ہیں، چوں کہ تمام چیزیں لوگوں کی مشترکہ ملکیت ہیں اس لئے وراثت کا قانون نافذ نہیں ہے، آمدنی کی بڑھتی ہوئی

شرح کے مطابق محصول عائد کیا جاتا ہے، لوگوں کی ذہنی ترقی کے لئے تعلیم کو لازمی قرار دے دیا گیا ہے۔ لیکن کابے ایسا سماجی نظام قائم کرنے کے لئے پرولتاریا کی جدوجہد کا مخالف تھا، اسکے خیال میں یہ مقصد اشتراکیت کے پُرامن پرچار اور تدریجی اصلاحوں سے حاصل ہوسکتا تھا۔ کابے ایک یوٹوپیائی کمیونسٹ تھا، لیکن کمیونزم کا لفظ اسی کے نظریوں کے اِصلاحی نام کے طور پر ۱۸۴۰ء کے بعد سے عام استعمال میں آیا اور کمیونسٹ کی اصطلاح کو زیادہ ترقی یافتہ مفہوم میں ۱۸۴۷ء میں کمیونسٹ لیگ نے اپنے نام میں شامل کیا۔ (اردو مترجم)

۲۱۔ ویل ہلم، وائٹ لنگ (Wilhelm Weiting) ۱۸۰۸ء-۱۸۷۱ء، جرمنی کا ایک یوٹوپیائی کمیونسٹ جس نے مزدوروں میں انقلابی پرچار کرنے، اور انہیں منظم کرنے میں ساری عمر گزار دی۔ اس نے مختلف ملکوں میں سکونت اختیار کی، بغاوتوں میں حصہ لیا اور قید ہوا۔ وہ کابے کے کمیونزم سے متاثر تھا۔ اس نے ۱۸۵۲ء میں جینوا میں "ہم آہنگی اور آزادی کی ضمانتیں" لکھی جسے کارل مارکس نے ادب میں جرمن مزدوروں کا ایک بے مثال اور شاندار تعارف قرار دیا تھا۔ وہ ۱۸۴۶ء میں امریکہ میں جا بسا جہاں اُس نے ایک مزدور تنظیم انجمن آزادی " اور ایک جرمن جریدے "مزدوروں کی عمومیت" کی بنیاد رکھی، جو ۱۸۵۰ء سے ۱۸۵۵ء تک شائع ہوتا رہا۔ وائٹ لنگ کا یہ خیال تھا کہ سماجی تبدیلی کے لئے انقلاب ضروری ہے، اور وہ اِس کا قائل تھا کہ مزدوروں کی آزادی مزدوروں کا کام ہونا چاہیئے۔ اِس کا کمیونزم فلسفیانہ نکتہ سنجیوں سے مبرا ایک سیدھی سادی انسانی اخوت اور سماجی مساوات کا نظام تھا جو ابتدائی عیسائیت کی تعلیم پر مبنی تھا۔ اِس کے نزدیک کمیونسٹ سماج قائم کرنے کے لئے عبوری دور کی بہترین حکومت آمریت تھی۔ (اردو مترجم)

۲۲۔ سیموئل مور (Samuel Moore) ۱۸۳۰ء-۱۹۱۳ء، مانچسٹر کا ایک وکیل، کیمبرج کا فارغ التحصیل، ریاضی اور سیاسی معیشت کا ماہر اور ایک مادیت پسند، جو ۱۸۵۰ء کی دہائی کے آخر میں اینگلس کے دوستوں کے حلقے میں شامل ہوا اور بعد میں مارکس کا بھی دوست بن گیا۔ مارکس کی وفات کے بعد مور ۱۸۸۴ء سے ۱۸۸۷ء تک اینگلس کی نگرانی میں مارکس کی "سرمایہ" کا انگریزی ترجمہ کیا اور تیسری جلد کے تیسرے باب کے مرتب کرنے میں اینگلس کی مدد کی، اور پھر ۱۸۸۸ء میں اُن کے ساتھ "منشور" کا ترجمہ کیا۔ اینگلس ۱۸۹۳ء میں اپنی جائیداد کے وصیت نامے کا

عامل مور کو بھی بتایا تھا۔ (اردو مترجم)

۲۳۔ "منشور" کے روسی ایڈیشن پر مارکس اور اینگلس کے دیباچے کا کھویا ہوا اصل جرمن مسودہ مِل گیا ہے اور اب ماسکو میں "ادارہ مارکسیت لینینیت" کے دستاویز خانے میں ہے۔ اس دیباچے کا موجودہ انگریزی ترجمہ اصل جرمن متن سے کیا گیا ہے (انگریزی متن کا مدون)

۲۴۔ لاسال ذاتی طور پر ہمارے سامنے اپنے آپ کو ہمیشہ مارکس کا "پیرو" گردانتا تھا، اور اس حیثیت سے وہ یقیناً منشور کی بنیاد پر موقف اختیار کرتا تھا۔ اس کے پیروؤں میں سے اُن لوگوں کی حد تک تو معاملات بالکل ہی مختلف تھے، جو ریاستی مدد سے چلنے والی پیداکاروں کی خود امدادی انجمنوں (کواپریٹو) کے لئے لاسال کے مطالبے سے آگے نہیں گئے، اور جنہوں نے سارے مزدور طبقے کو ریاستی امداد کے حامیوں اور باہمی امداد کے حامیوں میں بانٹ دیا۔ (اینگلس کا حاشیہ)

۲۵۔ بین الاقوامیّے کی جینوا کانگریس (۳-۸ ستمبر ۱۸۶۶ء) میں آٹھ گھنٹے کام کے دن کے سلسلے میں جو قرارداد منظور کی گئی تھی۔ اس سے پہلے مارکس نے بین الاقوامیّے کی مجلس عاملہ کی طرف سے کانگریس کے مندوبوں کے نام ہدایتیں جاری کر کے اُن میں اس مطالبے کی مصلحت یہ بیان کی تھی، آٹھ گھنٹے کام کے دن کا قانونی تعین، ایک پیشگی شرط ہے، جس کے بغیر مزدور طبقے کی بہتری اور آزادی کی تمام کوشش ناکام ہو جائیں گی۔ مزدور طبقے کی صحت اور جسمانی قوتوں کی بحالی کے لئے، اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اس کی ذہنی ترقی، سماجی میل جول اور سماجی سیاسی سرگرمیوں کے مواقع فراہم کرنے کے لئے بھی اس کی ضرورت ہے۔ اس جینوا کانگریس سے پہلے ہی امریکہ کی "قومی مزدور انجمن" اگست ۱۸۶۶ء کے بالٹی مور کے کنونشن میں آٹھ گھنٹے کام کے دن کا مطالبہ کر چکی تھی۔ (اُردو مترجم)

۲۶۔ نپولین کی قوت اور سلطنت کو توڑ دینے کے بعد برطانیہ، آسٹریا، روس اور پروشا نے اکتوبر ۱۸۱۴ء میں وی آنا میں یورپی طاقتوں کی ایک کانگریس منعقد کی تھی جس میں یورپ کے ۲۱۶ بادشاہ اور ان کا نمائندے شریک ہوئے تھے۔ یہ وی آنا کانگریس جو ایک سال ۱۸۱۵ء تک چلتی رہی، اِس کا اصل مقصد یہ تھا کہ موروثیت کے اصول کی بنا پر یورپ کے معزول بادشاہوں کو بحال کیا جائے، اور فرانسیسی اقتدار سے آزاد ہونے والے ملکوں کا تصفیہ کیا

جائے۔ یورپی طاقتوں کے درمیان علاقوں اور نوآبادیوں کے بٹوارے میں پولستان کو تقسیم کا ایک حصہ روس کے حوالے کر دیا گیا۔ اُسی حصے کو یہاں "کانگریس کا پولستان" کہا گیا ہے۔ (اردو مترجم)

۲۷۔ لوئی نپولین بوناپارٹ Louis Napoleon Bonaparte

(۱۸۰۸ء۔ ۱۸۷۳ء) نپولین اوّل کا بھتیجا، جس نے دسمبر ۱۸۴۸ء میں فرانس کی دوسری عمومیت کا صدر منتخب ہونے کے بعد دسمبر ۱۸۵۱ء میں فوج کی مدد سے اِس عمومیت کو ختم کر کے اپنا شخصی راج قائم کر لیا تھا اور دسمبر ۱۸۵۲ء دوبارہ شہنشاہی قائم کر کے نپولین سوم کے نام سے اپنے شہنشاہ ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔ ۱۸۷۰ء میں پروشا سے شکست کھانے کے بعد اس کے اقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔ (حاشیہ ۴۴)۔ لوئی بوناپورٹ لسانی اور نسلی بنیاد پر خود مختار قومیتوں کی نئی تشکیل کا حامی تھا چاہے اُن کے افراد کسی علاقے میں رہتے ہوں۔ اِس میں اس کی نیت یہ تھی کہ پرانی ریاستوں کی نئی حد بندیوں سے فائدہ اٹھا کر یورپ پر فرانس کا تسلط دوبارہ قائم کر دیا جائے۔ وہ اپنی جوانی میں اطالیہ کی قوم پرستانہ تحریکوں میں حصہ لے چکا تھا، اور اپنی حکومت کے دور میں اُس نے آسٹریا کے خلاف جس نے روم میں اپنا فوجی تسلط قائم کر رکھا تھا، ایک اطالوی ریاست "سارڈینا" کی مدد کی تھی، اور اُسی کی ترغیب پر جنگ کریمیا (۱۸۵۳ء۔ ۱۸۵۶ء) میں روس کے خلاف برطانیہ اور فرانس کے اتحاد میں سارڈینا بھی شامل ہو گیا تھا، جس کے بدلے میں پیرس کی امن کانگریس (۱۸۵۶ء) میں اطالیہ سے آسٹریلیا کے تسلط کے خاتمے اور اطالیہ کی آٹھ ریاستوں کے اتحاد کے مسئلے میں نپولین سوم سارڈینا کا طرف دار ہو گیا تھا۔ آخر مختلف اطالوی رہنماؤں کی جدوجہد سے مارچ ۱۸۶۱ء میں اطالیہ کی متحدہ ریاست قائم ہو گئی۔ (اردو مترجم)

۲۸۔ اوٹو بسمارک Otto Bismarck (۱۸۱۵ء۔ ۱۸۹۸ء) ایک پروشائی جرمن مدبّر اور سفارت کار جو پروشا کے زمین دار اشرافیئے کے مفادات کا نمائندہ تھا۔ روس اور فرانس میں سفارت کاری کرنے کے بعد ۱۸۶۲ء سے ۱۸۷۱ء تک پروشا کی صدارت پر فائز رہا۔ اِس نے اس زمانے میں جرمنی کو جو ۳۶ بادشاہوں میں بٹا ہوا تھا، متحد کرنے کی کوشش کی جو اس کے خیال میں "تلوار اور خون" ہی سے بار آور ہو سکتی تھی۔ اِس کے لئے وہ کوئی بھی رجعت پرستانہ حربہ

استعمال کرنے سے دریغ نہیں کرتا تھا، آخر اس نے جرمنی کو متحد کرکے ۱۸۷۱ء میں پروشا کے تحت جرمن سلطنت کی بنیاد رکھ دی جس کا وہ خود پہلا چانسلر بن گیا، اور کوئی نو برس بعد جرمنی کے قیصر خود مختارانہ رویئے سے مجبور ہوکر ۱۸۹۰ء میں اپنے عہدے سے مستعفی ہوگیا۔ وہ مزدور اور اشتراکیت کا سخت دشمن تھا؛ اِسی سے سمجھوتہ کرکے فرانس کی بورژوا حکومت نے پیرس کمیون کو کچل ڈالا تھا۔ (اردو مترجم)

۲۹۔ وی آنا کانگریس سے پہلے بھی پولستان کو پہلی مرتبہ ۱۷۷۲ء میں اور دوسری مرتبہ ۱۷۹۵ء میں روس، پروشا اور آسٹریا کے درمیان تقسیم کیا جاچکا تھا۔ لیکن پولستان کے عوام اپنی آزادی اور استحاد کے لئے ہمیشہ جدوجہد کرتے رہے۔ انہوں نے ۱۸۶۳ء میں پھر ایک مرتبہ غیر ملکی تسلط کے خلاف بغاوت برپا کی تھی۔ لیکن روس اور پروشا جو اس بغاوت کو دبا دینے کے لئے متحد ہوگئے تھے، پولستان کے عوام سے کئی گنا طاقت ور تھے۔ اور اس کے ساتھ ہی پولستان کی اندرونی کمزوری یہ تھی کہ اس بغاوت کی قیادت زمینداروں کے ہاتھ میں تھی جو نہ عوام کی قوت کو متحد اور منظم رکھنے کی صلاحیت رکھتے تھے، نہ ان پر بھروسہ کرتے تھے، کسانوں کو تو وہ اپنا مخالف ہی سمجھتے تھے۔ اِن زمینداروں میں سے بعض مدد کے لئے یورپ کے دوسرے ملکوں کی طرف دیکھتے تھے، جو اس وقت اُن کی مدد کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ روس نے اِس بغاوت کو سختی کے ساتھ دبا دیا۔ (اردو مترجم)

۳۰۔ دانتے آلی گی اری Dante Ali Ghieri (۱۲۶۵ء—۱۳۲۱ء) ایک شاعر کی حیثیت سے اطالوی زبان میں ایک طویل نظم "طربیہ خداوندی" (Divina Commedia) کا خالق ہے جو عالمی ادب میں ایک عظیم شاہکار مانی جاتی ہے، اور ایک سیاسی مفکّر کی حیثیت سے، ایک بادشاہی (De Monarchia) کا مصنف ہے جو اس زمانے میں کلیسا (پوپ) کے ربانی اقتدار اور سلطنت (بادشاہی) کے دنیوی اقتدار کے باہمی تعلق کی نزاعی بحث میں ایک اہم تصنیف سمجھی جاتی تھی۔ وہ اِس لحاظ سے قرونِ وسطیٰ ہی کا ایک ترجمان ہے کہ اپنے دوسرے ہم عصروں کی طرح وہ بھی یورپ کو ایک ایسا متحدہ عیسائی سماج سمجھتا ہے جو پوپ کے روحانی اقتدار اور شہنشاہ کے دنیوی اقتدار کے ساتھ منظم ہے۔ البتہ وہ شہنشاہ کو پوپ کے تسلط سے آزاد رکھنے کے لئے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ شہنشاہ کو یہ اقتدار راست خدا سے حاصل ہوا ہے۔ لیکن اِس کے ساتھ

ہی وہ اِس وقت اُبھرتی ہوئی سرمایہ داری کے دنیا دیت پسندانہ رجحانات کی پیش بیانی بھی کرتا ہے، جب وہ ایک عقلیت پسند کی حیثیت سے یہ کہتا ہے کہ انسان کا اصل وصف عقل ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اِنسانی فلاح کو عمل میں لانے کے لئے اِنسانی سماج کو عقلی اصولوں پر منظم کرنا چاہیئے جو صرف عالمگیر امن ہی میں ممکن ہے، اور عالمگیر امن ایک عالمگیر سلطنت ہی میں قائم ہو سکتا ہے جس کا دنیوی اقتدار شہنشاہ کو حاصل ہونا چاہیئے۔ اِس کے لئے وہ انسانی سماج کے دنیوی اقتدار اور سیاسی اتحاد کو پوپ کے مذہبی تسلّط سے آزاد رکھنا چاہتا ہے۔ اگرچہ اس کا عالمگیر بادشاہی کا تصوّر محض ایک خواب تھا، لیکن اِس نے اطالیہ کو اس کا مرکز تجویز کر کے اطالیہ میں قومیت کے جذبے کو اکسایا اور خود یہ سوچ اِس کی اطالوی قوم پرستی کا ایک اظہار ہے۔ اِس کی ادبی تخلیقات سے بھی اطالوی کو، جو عوام کی زبان تھی، قومی زبان کی حیثیت سے آزادانہ ترقی کرنے میں بڑی مدد ملی۔ اطالیہ میں قومیت کا جذبہ پیدا کرنے میں اس کا یہ حصّہ اُس اُبھرتی ہوئی سرمایہ داری کے ایک نئے رجحان کا عکس ہے جسے اپنی ترقی کے لئے جاگیردارانہ تسلّط سے قومیتوں کی آزادی کی ضرورت تھی۔ (اردو مترجم)

۳۱۔ نپولین کی شکست کے بعد روس، پروشا اور آسٹریا کی بادشاہتوں نے ۲۶ ستمبر ۱۸۱۵ء کو پیرس میں ایک دستاویز پر دستخط کر کے "مقدس اتحاد" کی بنیاد رکھی جس کا مقصد یہ تھا کہ یورپ کی انقلابی قوتوں اور تحریکوں کو دبا کر جاگیردارانہ مطلق العنانی کو مضبوط اور مستحکم کیا جائے۔ بعد میں انگلستان کے سوا دوسری تمام رجعت پسند طاقتیں اپنے بادشاہوں اور وزیروں کی سرکردگی میں اس میں شامل ہو گئیں؛ کیتھولک کلیسا بھی لیسوعیوں (Jusuits) کی تنظیم کے ساتھ اس اتحاد کا رکن بن گیا۔ جرمن پولیس کے تحت انقلابی عناصر کی مخبری، خفیہ تحقیقات اور تفتیش کے لئے ایک وسیع انتظام کیا گیا تھا۔ (اردو مترجم)

۳۲۔ فرانسوا پیئر گلیوم گیزو (Francois Pierre Guillaum Guizot) ۱۷۸۷ء - ۱۸۷۴ء فرانس کا مدبّر اور مورخ جو فرانس کے صدر لوئی فلپ کے دور میں (حاشیہ ۲) ۱۸۴۰ء سے ۱۸۴۸ء تک وزیراعظم کی حیثیت سے بڑی مالیاتی، سرمایہ داری کے مفاد کے مطابق ملک کی داخلہ اور خارجہ پالیسی کی رہنمائی کرتا رہا۔ فرانس میں ۱۸۴۸ء کے فروری انقلاب کو اس نے حقارت سے چائے کی پیالی میں طوفان کہا تھا۔ لیکن اِسی انقلاب سے ڈر کر وہ

لوی فلیپ سے بھی پہلے عورت کے بھیس میں پیرس سے فرار ہو گیا۔ (اردو مترجم)

۳۳۔ کلے مینس میٹرنیخ Klemens Metternich (۱۷۷۳-۱۸۵۹ء)

آسٹریا کا مدبر، اور سفارت کار جو ۱۸۰۹ء سے ۱۸۴۸ء تک آسٹریا کے چانسلر کی حیثیت سے نہ صرف اپنے ملک کی بلکہ پورے یورپ کی سیاست میں انقلابی قوتوں اور قومی آزادی کی تحریکیں کو دبانے کے لئے یورپی رجعت پرستی کو متحد کرنے میں حصہ لیتا رہا۔ وہ مقدس اتحاد کی بنیاد رکھنے اور زار روس کے ساتھ مل کر اس کی پالیسی کے بنانے اور چلانے میں پیش پیش تھا۔ جب جرمنی اور آسٹریا میں ۱۸۴۸ء کا انقلاب آیا تو وہ ملک سے فرار ہو گیا۔ (اردو مترجم)

۳۴۔ بورژوازی سے مراد ہے جدید سرمایہ داروں، اجتماعی پیداوار کے ذرائع سے مالکوں اور اُجرتی محنت کے آجروں کا طبقہ —— پرولتاریہ سے مراد ہے اُن جدید اُجرتی مزدوروں کا طبقہ جنھیں خود اپنے ذرائع پیداوار نہ ہونے کی وجہ سے زندہ رہنے کے لئے اپنی قوت محنت بیچنے پر مجبور ہو جانا پڑا۔ (۱۸۸۸ء کے انگریزی ایڈیشن میں اینگلس کا حاشیہ)

۳۵۔ یعنی تمام لکھی ہوئی تاریخ (۱۸۴۷ء میں سماج کی ماقبل تاریخ، وہ سماجی تنظیم جو قلمبند شدہ تاریخ سے پہلے وجود رکھتی تھی۔ بالکل ہی نامعلوم تھی۔ اُس کے بعد سے "اگست ہاوزین" نے روس میں زمین کی مشترکہ ملکیت کا انکشاف کیا، اسے ماورر Maurer نے وہ سماجی بنیاد ثابت کیا جس سے تمام ٹیوٹنی نسلیں تاریخ میں شروع ہوئیں، اور رفتہ رفتہ یہ معلوم ہوا کہ ہندوستان سے لیکر آئرستان تک ہر جگہ دیہی برادریاں سماج کی ابتدائی شکل تھیں یا رہی ہیں۔ گوت (Gens) کی صحیح نوعیت اور قبیلے سے اس کے تعلق کے مکمل انکشاف سے جو مورگن نے کیا ہے، اِس ابتدائی کمیونسٹ سماج کی اندرونی تنظیم اپنی مخصوص شکل میں آشکارا ہو گئی ہے۔ اِن اوّلین برادریوں کے تحلیل ہو جانے کے ساتھ ہی سماج میں جداگانہ اور آخر میں مخاصمانہ طبقوں کی تفریق بندی شروع ہو جاتی ہے۔ میں نے خاندان، نجی ملکیت اور ریاست کا آغاز، اشاعت دوم شٹوٹ گارٹ ('Der Upsprung Der Familie, Des Privategenthums Und De Staats'' ۱۸۸۶ء) میں تحلیل ہونے کے اِس عمل کا دوبارہ کھوج لگانے کی کوشش کی ہے (۱۸۸۸ء کے انگریزی ایڈیشن میں اینگلس کا حاشیہ)

۳۶۔ سماج جب سے مختلف طبقوں میں تقسیم ہوا ہے۔ اُس وقت سے ہر طبقے کے اندر آج بھی ذیلی تقسیمیں قائم ہیں۔ مثلاً آج کل بھی سرمایہ دار طبقوں میں، بینک کے مالکوں، صنعت و حرفت کے مالکوں اور اجارہ داروں میں بٹا ہوا ہے۔ درمیانہ طبقے میں ایک حصّہ سرمایہ داروں کے ساتھ رہتا ہے اور دوسرا مزدوروں کی طرح افلاس زدہ۔ (اردو متن کا مدون)

۳۷۔ قرونِ وسطیٰ میں دیہاتی آبادی جاگیرداروں کے ظلم سے تنگ آکر اور زرعی غلام چھُپ چھپ کر یا جاگیرداروں کو نقد روپیہ دے کر شہروں میں بس گئے یا نئے شہر بسا دیئے اور جب شہروں میں وسعت آئی تو انہوں نے اپنی آزادیاں جاگیرداروں سے لڑ کر منوالیں یا قیمتاً جاگیرداروں سے چھٹکارا حاصل کر لیا اور جاگیرداروں نے انہیں آزادی کی سند عطا کی یہ اور یہ شہر سند یافتہ کہلائے جانے لگے جس سے حقوق یافتہ شہری پیدا ہوئے۔ (اردو متن کا مدون)

۳۸۔ "کمیون" وہ نام تھا جو فرانس میں نو آغاز شہروں نے "تیسرے طبقے" کی حیثیت سے اپنے جاگیری امراء اور آقاؤں سے مقامی خود حکمرانی اور سیاسی حقوق لے لینے سے پہلے ہی اختیار کر لیا تھا۔ عمومی طور پر بورژوازی کی معاشی نشو و نما کے لئے یہاں انگلستان کو مثالی ملک کے طور پر لیا گیا ہے۔ اس کی سیاسی نشو و نما کے لیے فرانس کو۔ (۱۸۸۸ء کے انگریزی ایڈیشن میں اینگلس کا حاشیہ)

۳۹۔ "بلدی عمومیہ" یہ وہ نام تھا جو اطالیہ اور فرانس کے شہر والوں نے اپنے جاگیری امرا سے خود حکمرانی کے ابتدائی حقوق خرید لینے یا چھین لینے کے بعد اپنی بلدی بلدیوں کو دیا تھا۔

(۱۸۹۰ء کے جرمن ایڈیشن میں اینگلس کا حاشیہ)

۴۰۔ فرانس میں جاگیری امراء اور اعلیٰ درجے کے پادری پہلا اور دوسرا طبقہ کہلاتے تھے، اور ریاست میں انہیں کا غلبہ تھا۔ جب سرمایہ داروں کا ظہور ہوا اور بہت ہاتھ پاؤں مارا تو انہیں بھی کچھ حقوق مل گئے مگر مرتبے میں وہ پہلے اور دوسرے طبقے کے مقابلے میں کم تر تھے۔ ۱۷۸۹ء کے انقلاب فرانس میں یہ تیسرا طبقہ برسر اقتدار آگیا اور پادریوں کا دور ختم ہو گیا۔ (اردو متن کا مدون)

۴۱۔ مثال کے طور پر ہندوستان کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ انگریز ہندوستان میں "لنکا شائر" میں مشینوں سے تیار کیا ہوا کپڑا بھی اپنے ساتھ لیتے آئے جو ہندوستان کی پارچہ بافی کے مقابلے میں نہایت سستا تھا جس نے اس ملک کی پارچہ بافی کی صنعت کو بالکل تباہ کر کے رکھ دیا۔ (اردو متن کا مدون)

۴۲۔ بورژوا ملک کے اندر تک منڈیوں میں اپنا مال پہنچانے کے لیئے ریلوں کا جال بچھا دیا۔ جیسے خود ہندوستان میں بھی کیا گیا، جس کی وجہ یہاں بھی رفتہ رفتہ جدید صنعتیں قائم ہوئیں اور انگلستان کی طرح ہندوستان میں بھی سرمایہ دار طبقہ پیدا ہو گیا، جو اس سرمایہ داری سماج کی تمام برکتوں اور برائیوں کے ساتھ پروان چڑھا اور آہستہ آہستہ ان کے اثرات نمودار ہونے لگے۔ (اردو متن کا مدون)

۴۳۔ کسانوں کو کھیتی کے اوزار اور بحی ضرورت کی چیزیں خریدنے اور اپنے کھیتوں کی پیداوار کو فروخت کرنے کے لئے شہروں کا رُخ کرنا پڑا، اور اکثر چھوٹے کسان گاؤں چھوڑ کر شہروں کے کارخانے میں مزدوری کرنے لگے۔ ہندوستان میں جب دیسی صنعت بالکل تباہ ہو گئی تو انیسویں صدی میں ہندوستان کے شہری دیہاتوں کی طرف گئے لیکن بیسویں صدی کی ابتدا میں جب جدید صنعت وحرفت نے ترقی کر لی تو دیہاتوں کے لوگ پھر شہروں میں رُخ کرنے لگے اور اس طرح پھر دیہاتوں کو شہروں کا تابع ہو جانا پڑا۔ (اردو متن کا مدون)

۴۴۔ جاگیری نظام کی خصوصیت یہ ہے کہ اراضی کی تقسیم کے اعتبار سے ملک بے شمار جاگیروں میں بٹا ہوا ہونے کی وجہ ایک جاگیردار کے علاقے سے دوسرے جاگیردار کے علاقے میں مال لے جانے کے لئے سوداگروں کو ہر بار چنگی، محصول دینا پڑتا تھا، جس سے ان کی معیشت میں یکسانی باقی نہیں رہی تھی سرمایہ داری نظام کے نشوونما کے لئے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ ملک کے اندر ان سرحدوں کو ختم کر دیں۔ اور معاشی اور سیاسی حیثیت سے سرمایہ دار ملک ایک وحدت بن جائیں اسی معاشی اور سیاسی اتحاد تعاون کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کے دلوں میں ایک ملک اور قومیت کا احساس پیدا ہوا۔ مثال کے لئے جرمنی کا ذکر کیا جا سکتا ہے جو تین سو سے زیادہ ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ (اردو متن کا مدون)

۴۵۔ دنیا میں ہمیشہ تبادلے کا رواج رہا ہے۔ لیکن سرمایہ داری کی یہ خصوصیت ہے کہ اُس نے اپنے عہد میں مزدور کی استعداد، صلاحیت اور محنت کا بھی تبادلہ کیا۔ پہلے زمانے میں دست کار اپنی مصنوعات کو، جو خود اُن کے اپنے اوزاروں سے بناتے تھے، بازار میں فروخت کر دیا کرتے تھے۔ لیکن آج کل کی بڑی بڑی مشینیں جن پر ایک وقت میں کئی کئی مزدور کام کرتے ہیں۔ ان مشینوں کا خریدنا ہر دست کار کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس لئے مجبوراً وہ اپنی استعداد کو، مشینوں کے مالک یعنی سرمایہ داروں کے ہاتھوں فروخت کرنے لگتا ہے۔ یعنی اُجرت پر کام شروع کر دیتا ہے۔ (اردو متن کا مدون)

۴۶۔ آلات پیداوار جب دستکار کے اپنے ہوتے تھے تو اُن کے ہاتھوں میں ایک کھلونا ہوا کرتے تھے، جن سے دست کار اپنی مرضی کے مطابق کام لے کر اپنے فن کے کمالات کا مظاہرہ کرتا تھا۔ لیکن آج آلاتِ پیداوار (مشینیں) دست کار کے تابع نہیں بلکہ دست کار مشینوں کی حرکت کے مطابق اپنی حرکت کو جاری رکھنے پر مجبور ہے۔ جس کی وجہ سے اُسے اپنے فن کے کمالات کو دکھانے کا موقع نہیں ملتا اور دست کار کی اپنی ذاتی صلاحیت اور خصوصی مہارت اِن مشینوں کے بوجھ تلے دب گئی ہیں۔ (اردو متن کا مدون)

۴۷۔ بعد میں کارل مارکس نے یہ بتایا کہ مزدور اپنی محنت نہیں، بلکہ محنت کی طاقت بیچتا ہے۔ اس سلسلے میں دیکھئے مارکس "اجرتی محنت اور سرمایہ" (ویج لیبر اینڈ کیپٹل) ۱۸۹۱ء پر اینگلس کا مقدمہ
کے مارکس اور ف اینگلس کی منتخب تصنیفیں (انگریزی) ماسکو ۱۹۶۲ء میں۔ صفحہ ۔۔ (اردو متن کا مدون)

۴۸۔ مشینی صنعت کے رواج کے ساتھ ہی عورتوں کو بھی کارخانوں میں کام پر لگا دیا گیا کیونکہ مشینوں کے چلانے میں اب جسمانی طاقت کا مظاہرہ کم ہی ہو سکتا ہے۔ عورتوں سے بھی اتنا ہی کام لیا جاتا تھا جتنا کہ مردوں سے، مگر اُجرت مردوں سے کم ملتی تھی اور اب بھی سرمایہ دار ملکوں میں اُجرتوں کا یہ فرق موجود ہے۔ اُنگلستان کے کارخانوں میں بچّوں اور عورتوں کا جس طرح استحصال کیا جاتا تھا، مارکس نے اس کی بڑی ہی دردناک تصویر "سرمایہ" کی پہلی جلد میں کھینچی ہے۔ (اردو متن کا مدون)

۴۹۔ مشینوں کے وجود میں آتے ہی مشینوں کے رواج کے خلاف مزدوروں کی جدوجہد شروع ہوگئی، بجائے اس کے کہ وہ منظّم ہو کر سرمایہ دار کے خلاف جدوجہد کریں، مشینوں کو توڑنا اور کارخانوں کو آگ لگا دینا شروع کر دیا۔ لڈائٹ کے نام سے یہ تحریک انیسویں صدی کے اوائل میں اُنگلستان میں عام اور مشہور ہوگئی تھی۔ (اردو متن کا مدون)

۵۰۔ یورپ خصوصاً اُنگلستان میں، اٹھارویں صدی کے آخر اور انیسویں صدی کے اوائل میں صنعتی ملکوں یعنی سرمایہ داروں نے جاگیرداروں کے خلاف اُس کے نظام کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس وقت مزدور انہی سرمایہ داروں کے ساتھ اور انہی کی قیادت میں سرمایہ داروں کے دشمن جاگیرداروں سے لڑتے تھے، اور جاگیری نظام کی مخالفت کرتے تھے۔ (اردو متن کا مدون)

۵۱۔ ۱۸۲۴ء تک اُنگلستان میں مزدوروں کو اپنی سنگتیں (مزدور انجمن) بنانے کی اجازت نہیں

تھی۔ اگر کسی کارخانہ میں تنازعہ ہو جاتا تو ایک ہڑتالی کمیٹی تشکیل دی جاتی تھی اور پھر یہ کمیٹیاں ختم ہو جاتی تھیں، مگر رفتہ رفتہ یہ کمیٹیاں خفیہ جماعتوں کے طور پر مستقل قائم ہوتی گئیں اور کام کرتی رہیں بالآخر مزدور اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے اور ۱۸۲۴ء میں مزدوروں کو اپنی سبھائیں بنانے کی اجازت مل گئی اور مزدوروں نے اپنی مستقبل سبھائیں بنالیں (اردو متن کا مدون)

۵۲۔ حکمران طبقوں کے باہمی تفرقوں سے مزدوروں کو قانونی فوائد حاصل ہونے کی یہ دلچسپ مثال ہے۔ انگلستان میں صنعتی ترقی کے باوجود ریاستی اقتدار پر زیادہ تر زمیندار طبقے کا قبضہ تھا۔ اس طبقے کی بالادستی کے سبب غلہ کا قانون Corn Laws کی صورت میں ۱۸۱۶ء میں پارلیمنٹ میں منظور ہوا جس کی رُو سے اناج کی قیمتوں کا تعین، جو بہت زیادہ تھا کیا گیا، اور یورپ کے دوسرے ملکوں سے غلہ درآمد کرنے پر پابندی لگا دی گئی جس سے عوام بیحد متاثر ہوئے۔ مزدوروں نے صنعت کاروں سے زیادہ اُجرت کا مطالبہ شروع کر دیا۔ چناں چہ صنعت کاروں اور ان کے دوسرے دوست سرمایہ داروں نے Anti Corn Laws League نامی تنظیم بنالی۔

۱۸۱۶ - ۲۰ء کے اقتصادی بحران کے دوران صرف مزدوروں کی طرف سے پارلیمنٹ میں زیادہ سے زیادہ نمائندگی کا مطالبہ بھی تھا۔ اس کے برعکس ۱۸۳۰ء میں سرمایہ دار اور صنعت کار بھی مزدوروں کے ان مطالبات میں شریک ہو گئے تاکہ مزدوروں کے اقتصادی مطالبوں کو آئینی اصلاحات کی طرف موڑ کر جان چھڑائی جائے۔ اس تحریک کو دبانے کے لئے مزدوروں کو سات سات برس کی سزائیں دی گئیں اور وقتی طور پر تحریک کو دبا دیا گیا، لیکن پھر دو سال بعد ایک مزدور رہنما "ولیم لووٹ" نے لندن ورکنگ مین ایسوسی ایشن بنائی اور مئی ۱۸۳۸ء میں ایک چھ نکاتی عوامی منشور شائع کیا جس کے ذریعے انگلستان کے پورے آئینی اور تنظیمی ڈھانچے کو بدلنا مقصود تھا چناں چہ ان چھ نکات کے لئے ایک دستخطی مہم شروع کی گئی۔ ۱۸۳۹ء میں بارہ لاکھ دستخطوں سے، پھر ۱۸۴۲ء میں ۳۳ لاکھ دستخطوں سے اور چھ برس بعد ۱۸۴۸ء میں پچاس لاکھ دستخطوں سے محضر نامے پارلیمنٹ میں پیش کئے گئے یہ چارٹسٹ تحریک جن میں مزدوروں کے ساتھ پیٹی بورژوا، سرمایہ دار بھی شریک تھے۔

دوسری طرف پارلیمنٹ میں ۸ر جون ۱۸۴۷ء کو ایک نیا فیکٹری ایکٹ پیش کیا گیا، جس میں کہا گیا تھا کہ یکم جولائی ۱۸۴۷ء سے تیرہ سے اٹھارہ برس کے نوجوان بچوں اور خواتین کے لئے گیارہ گھنٹے

روزانہ کام کرنے کا وقت مقرر کیا جائے۔ اس قانون کی رو سے یکم مئی ۱۸۴۸ء نوجوانوں بچوں اور خواتین سے دس گھنٹے روزانہ کام کا قانون منظور ہوگیا جس پر سرمایہ داروں اور صنعت کاروں نے بہت شور مچایا اور قانون کو ماننے سے انکار کر دیا۔ مگر چارٹسٹ تحریک کی ناکامی کے بعد صنعت کاروں اور مزدوروں میں قانونی اور غیر قانونی رسہ کشی شروع ہوگئی۔ اور آخرکار پارلیمنٹ میں ایک معاہدہ ۵ اگست ۱۸۵۰ء طے پایا کہ نوجوانوں، بچوں اور خواتین اور ہفتہ کے روز ساڑھے سات گھنٹے اور بقیہ پانچ دن دس گھنٹے روزانہ کام لیا جائے گا۔ (اردو متن کا مدون)

۵۳۔ انقلاب فرانس ۱۷۸۹ء میں برابو اور لافائیٹ اور کئی ایسے لوگ جن کا تعلق اشرافیہ سے تھا مگر وہ عوام کے ساتھ تھے انگلستان میں بائرن اور شیلے جیسے اشرافیہ کے دانشور شاعر رجعت پسندوں کے سخت مخالف تھے۔ سب سے بڑی مثال خود فریڈرک اینگلس کی ہے، وہ ایک سرمایہ دار کا بیٹا تھا مگر اس نے اپنے طبقے کا نہ صرف ساتھ چھوڑا بلکہ مزدوروں کے نقطہ نظر کی ترجمانی بھی کی اور رہنمائی بھی۔ (اردو متن کا مدون)

۵۴۔ مزدوروں اور دوسرے مظلوم طبقوں میں ایک بیّن فرق ہوتا ہے وہ یہ کہ مزدور کے پاس اپنی محنت کی طاقت بیچنے کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا جبکہ دوسرے مظلوم طبقات جیسے کسان، دست کار کے پاس اپنی کوئی چھوٹی موٹی ملکیت ہوتی ہے۔ اس لئے سماج کے اوپری پرت کے ظلم کی نوعیت بھی مختلف ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ مزدور جو شدید ظلم کا شکار رہتے ہیں اور اس کی شدت کو محسوس بھی کرتے ہیں جبکہ دوسرے طبقے اصلاح کروانا چاہتے ہیں اور ایسا ماحول پیدا کرنے کے خواہاں ہوتے ہیں جس میں کسی انقلابی تبدیلی کے بغیر ان کی آزادی خوشحالی قائم رہے اس لئے وہ اشتراکیت کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے سے عملاً کتراتے ہیں جبکہ مزدور طبقہ طبقاتی ظلم کی ساری بنیاد ہی ڈھا دینے کی کوشش کرتا ہے۔ (اردو متن کا مدون)

۵۵۔ سرمایہ دارانہ سماج میں مفلس، بھیک منگوں اور غنڈوں کی ایک بڑی جماعت پیدا ہو جاتی ہے جن کے پاس کوئی ملکیت بھی نہیں ہوتی جس طرح مزدوروں کے پاس، مگر مزدور طبقہ کارخانوں میں ہنر، اپنی محنت کی طاقت کو بیچتے ہوئے، ایک طبقے کی حیثیت سے جس طرح تنظیم، اور انقلابی سرگرمی پیدا کرنے کی شعوری کوشش کرتا رہتا ہے۔ اس کے مقابلے میں ان بھیک

منگوں اٹھائی گیروں میں مزدور طبقے کا سا جوش و خروش نہیں ہوتا وہ بیکار کی روٹی توڑتے ہیں۔ اور سرمایہ داروں کی خیرات کے ٹکڑوں پر اپنی زندگی گزار دیتے ہیں۔ (اردو متن کا مدون)

۵۶۔ بورژوا اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے (دیکھیئے حاشیہ ۴۴) ایک ریاست بناتا ہے جو اس کے مفادات کے ساتھ منتفی ہوتے ہیں اور اس بات کا پرچار کرتا ہے کہ ریاست ایک ابدی ادارہ ہے۔ اس میں عملداری کے لئے جو قانون بنائے گئے ہیں وہ مقدس ہیں۔ جن کی حفاظت پولیس فوج اور قانون کے ذریعے کی جاتی ہے۔ سرمایہ دار اس کے علاوہ مذہب کو بھی اپنے تسلط کو مضبوط بنانے کے لئے استعمال کرتا ہے کوئی اس ریاست کے قانون میں آتنی گنجائش نہیں رکھی جاتی کہ وہ مزدور اپنی انجمنیں بنا سکیں، قوانین کو تبدیل کر سکیں۔ اس ریاست کے رکھوالے، مذہبی مبلغ، قانون اور مسلح جمعیتیں ایک ہی غرض کے انجام دینے میں مختلف پیرایئے میں عمل پیرا ہوتے ہیں، اور اکثر سرمایہ دار فلسفیوں نے بھی اور مذہبی مبلغوں نے مل کر سرمایہ داری اور سامراجیت کے اثرات کو محفوظ بنانے میں جو کوششیں کی ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، آٹلی میں پاپائے روم کی فاسسٹ حکومت کی مدد اس کی ایک مثال ہیں۔ (اردو متن کا مدون)

۵۷۔ نئی اور جدید مشینوں کی وجہ سے مزدوروں کی محنت کا بوجھ ہلکا نہیں کیا جاتا بلکہ مزدوروں کی بڑی تعداد بیروزگار ہو جاتی ہے کیونکہ خود کار مشینوں کی ایجاد کئی مزدوروں کا کام تنہا انجام دیتی ہے۔ اور پھر سرمایہ دار سماج کی خصوصیت ہی یہی ہے کہ بے روزگاروں کی ایک فوج ہمیشہ موجود رہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ لاکھوں مزدور بے روزگار رہتے ہیں، جن کو اپنی زندگی کے بسر کرنے کے لئے حکومت سے روزینہ ملتا ہے جیسے انگلستان اور امریکہ کے ہر بڑے صنعتی شہر میں سرمایہ داروں نے مزدوروں کے بڑے حصے کو ایسی حالت پر پہنچا دیا ہے کہ وہ سماج میں کوئی مفید پیداوار میں حصہ لینے کے بجائے دوسرں (حکومت) کی خیرات پر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ (اردو متن کا مدون)

۵۸۔ مارکس نے "سرمایہ" میں یوں کہا ہے کہ ایک سرمایہ دار ایک ایک کر کے کئی سرمایہ داروں کو نگل لیتا ہے۔ اور ذرائع پیداوار ایک بڑے پیمانے پر ایک مرکز پر جمع ہو جاتے ہیں؛ اور ذرائع پیداوار کے ساتھ ہی ساتھ ہزاروں مزدوروں کا اجتماعی طور پر کام کرنا اتنا زیادہ ترقی کر جاتا ہے کہ سرمایہ دار کے حلقے میں ان کو رکھنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی دوسری طرف عوام کی مصیبت، ظلم، پستی اور استحصال میں اضافہ ہو جاتا

ہے۔ اسی کے ساتھ مزدور طبقے میں بغاوت کا جذبہ بھی ابھرنے لگتا ہے جو آخر کار سرمایہ دارانہ ملکیت کے خاتمے کا وقت آپہنچتا ہے اور مزدور اجتماعی جدوجہد سے اِس لوٹ کے نظام کو ختم کر دیتے ہیں (اردو متن کا مدن)

۵۹۔ کمیونسٹ منشور کے اِس جملے سے ایک غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے کہ "کمیونسٹ، مزدور طبقہ کی دوسری جماعتوں کے خلاف کوئی علاحدہ جماعت نہیں بنا لیتے" کمیونسٹ منشور کے اِس جملے کی صحیح روح کو سمجھنے کے لئے "کمیونسٹ لیگ" کے قیام سے لیکر پہلی جنگ عظیم ۱۹۱۴ء-۱۹۱۸ء کی تاریخ کو مدّنظر رکھنا ضروری ہے جس وقت "کمیونسٹ لیگ" قائم کی گئی تھی۔ انگلستان میں چارٹسٹ پارٹی مزدوروں کی رہنمائی کر رہی تھی اور یورپ کے دوسرے ملکوں فرانس، جرمنی اور بلجیم میں مزدوروں کے چھوٹے چھوٹے گروہ تھے اور کمیونسٹ لیگ کا کام ان تمام گروہوں کو ایک مرکز پر متحد کر دینا تھا۔ لیکن بعد کے تاریخی حالات نے اِس تمام مسئلے کی نوعیت کو بدل دیا جبکہ ۱۹۱۴ء-۱۹۱۸ء کی پہلی جنگ عظیم نے یورپ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تو مزدور طبقے کی پرانی پارٹیوں نے اپنے طبقے کے مفادات سے غداری کی تو یہ ضروری ہو گیا کہ ان کے مقابلے میں مزدور طبقے کی قیادت کے لئے دوسری پارٹی بنائی جائے اور لینن کی رہنمائی میں ہر ملک کے کمیونسٹوں نے یہی کیا۔ (اردو متن کا مدن)

۶۰۔ ذاتی ملکیت کی ایک صورت یہ ہے جس کو دستکار یا کسان اپنی محنت سے حاصل کرتے ہیں جس کو کمیونسٹ مٹانا نہیں چاہتے۔ ہاں، البتہ سرمایہ داروں نے خود انکی ذاتی ملکیت کو مٹا دیا ہے۔ کمیونسٹ سرمایہ داروں کی اس ذاتی ملکیت کو مٹا دینا چاہتے ہیں جس سے وہ عام لوگوں کا استحصال کرتا ہے تو کمیونسٹ ہرگز یہ نہیں چاہتے کہ وہ فیکٹری سرمایہ دار کی ذاتی ملکیت میں رہے البتہ کوئی دستکار ایک چرخے سے خود سوت کاتے اور کپڑا بنے تو اس کی اس ذاتی ملکیت پر کسی کمیونسٹ کو اعتراض نہیں رہے گا۔ (اردو متن کا مدن)

۶۱۔ آج آلات پیداوار جن پر ہزاروں مزدور محنت کرتے ہیں اور مشترکہ محنت سے سرمایہ پیدا کرتے ہیں، کیونکہ آلات پیداوار ایک شخص کی ذاتی ملکیت ہیں۔ اس لئے ہزاروں مزدوروں کی مشترکہ محنت کا پھل ایک شخص حاصل کر لیتا ہے، غور سے دیکھا جائے تو آلات پیداوار کی قوت دراصل ان ہزاروں افراد کی قوت ہے۔ اس لئے آلات پیداوار کو اور سرمایہ کو سماج کی ملکیت بنانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک فرد کی ملکیت کئی افراد میں تقسیم کر دی گئی ہے۔ بلکہ اُس کا الٹا پہلو یہ ہے کہ سماج کی ملکیت سماج

کو واپس مل گئی ہے۔ یعنی ملکیت کا ناطہ غاصب فرد کے بجائے سماج سے جوڑ دیا گیا۔ (اردو متن کا مدن)

۶۲۔ سرمایہ دار مزدور کو صرف اتنی اُجرت دیتا ہے کہ وہ اُس میں بمشکل اپنی زندگی گزار سکے۔ مزدور کو اس کی استعدادِ محنت سے بھی کم معاوضہ ملتا ہے یعنی استعدادِ محنت کی قیمت بھی کم دی جاتی ہے۔ جبکہ کسی چیز کے پیداوار کرنے میں جو خرچ آتا ہے وہی لاگت پیداوار ہے اور ایک معمولی افراد مزدور استعدادِ محنت پیدا کرنے کے لئے محض روٹی، کپڑے وغیرہ کی ضرورت ہے اس لئے وہی اسکی لاگت پیداوار ہے اور وہی اس کی استعدادِ محنت کی قیمت، مشینی صنعت سے پہلے مزدور کی اُجرت زیادہ ہوا کرتی تھی کیونکہ وہ ہنرمند ہوا کرتا تھا اور ان کی لاگت پیداوار میں، استعدادِ محنت کے ساتھ ساتھ ہنر پیدا کرنے کا بھی خرچ شامل کرتا تھا۔ لیکن مشینی مزدور اپنے ہنر کو شامل بھی نہیں کرتا اس لئے سرمایہ دار اقل ترین اجرت دیتا ہے۔ (اردو متن کا مدن)

۶۳۔ مستقبل کے سماج میں شخصی تصرف میں محنت کی پیداوار کو افراد کیسے لائیں گے۔ اس کے متعلق مارکس نے اپنی کتاب "گوتھا پروگرام" میں تفصیل سے خاکہ کھینچا ہے، پیدا کو جاری رکھنے، ریاست کا نظم ونسق چلانے، تعلیم صحت اور تربیت کی ضرورتوں کو پورا کر دینے کے بعد سماج کے پاس جو کچھ باقی رہے گا وہ تمام افراد میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ سرمایہ داری کے خاتمے کے بعد جو نظام قائم ہوگا وہ سوشلسٹ نظام قائم ہوگا اس میں مختلف افراد کی آمدنی میں فرق ہوگا۔ ان کے کام کی مدت، اس کی شدت، اور مہارت کا لحاظ قائم رکھا جائے گا۔ (اُردو متن کا مدن)

۶۴۔ مجتمعہ محنت سے مراد آلات پیداوار ہیں۔ کیونکہ ہر چیز محنت سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ تازہ محنت کسی شے کے بنانے کے لئے ہو یا مستقبل میں کام کو ہلکا بنانے کے لئے مشین کے بنانے پر خرچ ہو تاکہ پیدا بڑھائی جا سکے اور بہت سی محنت سے کئی مشینیں بنائی جائیں جن سے مشینوں کی صورت میں محنت جمع کر لی جائے اور ان سے رفتہ رفتہ کام لے۔ لیکن ان مشینوں پر جو محنت کی صورت میں مشینوں میں جمع کی گئی ہے۔ سرمایہ داروں کا قبضہ ہے۔ جس سے سرمایہ دار اپنے سرمائے کو بڑھانے کے لئے اور مزدوروں کی محنت کا استحصال کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں اور مزدور آج آلات پیداوار کے غلام ہیں جو دراصل سرمایہ ہیں۔ کمیونسٹ سماج میں یہ آلات پیداوار کے وہ مالک ہوں گے جن کی مدد سے مزدوروں پر کام کا بوجھ ہلکا ہوگا اور سرمایہ کی وجہ ان کی زندگیاں

پُرآسائش اور آسان ہوں گی۔ (اردو متن کا مدون)

۶۵۔ مارکس نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے "اگر کوئی سرمایہ دار کسی کمیونسٹ سے کہتا ہے کہ تم ملکیت کو مٹانا چاہتے ہو، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سرمایہ دار، زمیندار اور مل مالک کی حیثیت سے تم میرے وجود کو ختم کر دو گے۔ اس سے میری اور تمہاری دونوں کی انفرادیت ختم ہو جائے گی۔ میرے لئے تم مزدوروں کو لوٹنا، تمہاری محنت سے نفع اٹھانا، زمین سے لگان حاصل کرنا ممکن نہیں رہے گا۔ میرے لئے ایک فرد کی حیثیت سے زندہ رہنا مشکل ہو جائے گا۔ مختصر یہ کہ اگر کوئی سرمایہ دار یہ کہے اور اپنے سرمایہ دار ہونے کو انفرادی شخصیت سمجھے، تو ہم اس کی بے شرمی یا یوں کہئے کہ اس کی صاف گوئی کی قدر کریں گے۔" (اردو متن کا مدون)

۶۶۔ کمیونسٹ نظام میں، جو سرمایہ داری کے خاتمے اور پھر سوشلسٹ نظام کے بعد آئے گا، افراد میں جسمانی اور دماغی کام کا امتیاز نہیں رہے گا۔ مارکسی نظریہ کے مطابق تمام افراد کی اپنی گوناگوں صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ سماج کی پیداواری قوتیں بھی ترقی کریں گی اور ہر فرد اپنی صلاحیت کے مطابق کام کریگا اور اپنی ضرورت کے مطابق معاوضہ لے گا کیونکہ نہ تو اس سماج میں قرون وسطیٰ کی تجارت خرید و فروخت کی گنجائش ہوگی اور نہ ہی تقسیم محنت کے غلامانہ اطاعت کی کوئی شکل ہوگی۔ (اردو متن کا مدون)

۶۷۔ مزدوروں کی محنت سے سرمایہ دار، ذرائع پیداوار جو اس کی اپنی ذاتی ملکیت ہوتے، اس کے ذریعے نفع حاصل کرتا ہے اور اس نفع کے بیشتر حصے کو سرمایہ کی شکل میں صنعتوں میں لگاتا ہے۔ اس مسلسل عمل سے سرمایہ دار مزید سرمایہ پیدا کرتا جاتا ہے۔ سرمایہ داری نظام کے ختم ہونے کے ساتھ ہی یہ طریقہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔ (اردو متن کا مدون)

۶۸۔ سرمایہ دراصل ان ذرائع پیداوار کو کہا جاتا ہے۔ جن کے ذریعے سرمایہ دار مزدوروں کی محنت کا استعمال کرتا ہے اور نفع حاصل کرتا ہے، سرمایہ ہی نہ رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اب یہ ذرائع پیداوار مزدوروں کی ملکیت بن جائیں گے یعنی مزدور اب کسی ایک فرد یا سرمایہ دار کے لئے کام نہیں کریں گے۔ اس طرح یہ محنت دوسروں کے لئے اجرت پر کام کرنے کے لئے نہیں ہوگی اس لئے اجرت پر کام کرنے کا طریقہ ختم ہو جائے گا۔

(اردو متن کا مدون)

۶۹۔ سرمایہ دارانہ سماج نے پہلے ہی سے مزدوروں کے خاندان کا خاتمہ کر دیا ہے۔ مزدوروں

کی معاشی، بدحالی اور تنگدستی نے مزدور کے خاندان کے ہر فرد کو کام پہ لگا دیا ہے یا اکثر ایسا ہوتا ہے کہ شوہر دن میں اور بیوی رات میں نوکری کرے، بچے الگ کام میں جٹے ہوں تو ہفتوں میں یہ نوبت آتی ہے کہ وہ باہم مل بیٹھ سکیں اور ایک دوسرے سے گفتگو کر سکیں، تنگ رہائشی تاریک چالیں جس میں شوہر اور بیوی کا، ایک دوسرے سے آزادانہ ملاپ بھی ممکن نہیں، ایسے حالات میں ایک گھریلو زندگی کا تصور مزدور خاندان کے لئے پہلے ہی نابود ہے۔ لیکن سرمایہ دارانہ خاندان ابھی تک ہیں، اور سوال یہ ہے کہ اس خاندان کی بنیاد کن چیزوں پر ہے۔ کیا ان کے خاندان میں والدین کی اطاعت، چھوٹوں سے شفقت اور میاں بیوی میں سچی محبت ہے یا ذاتی ملکیت اور سرمایہ کے مشترکہ وجود اور وراثت کے خود غرضانہ مصلحت پسندی پر ہے؟ جو سب کو ایک ساتھ باندھے ہوئے ہے۔ سرمایہ داری کے اس خود غرضانہ ملکیت کی بنیاد کو کمیونسٹ ڈھا دینا چاہتے ہیں تاکہ اب جو خاندان بنے وہ بے غرض، سچی محبت معاشی مجبوریوں سے آزاد بنیاد پر خاندانی تعلقات کو استوار کرے۔ (ادو دمن کا مدن)

۷۰۔ تعلیم ریاست میں بسنے والے ہر فرد کا حق ہونا چاہیئے کسی فرد کا مخصوص حق نہیں، سرمایہ دار سماج میں آج عوام کی بڑی اکثریت علم، تہذیب اور تمدن کی برکات سے محروم ہے۔ خصوصاً سائنس اور ادب سرمایہ داروں کے وظیفہ خوار جو ان کی خدمت بجا لاتے ہیں اور ان کے مفادات کے نگہبانی کرنے والوں کے تسلط میں ہے جب ایک طبقہ کا دوسرے طبقے پر تسلط نہیں رہے گا اور تعلیم ہر فرد کا حق ہو جائے تو علوم و فنون کے ادارے اور یونیورسٹی کی اعلا تعلیم کے دروازے مزدور طبقے کے لئے کھل جائیں گے اور سائنس اور ادب مظلوم طبقات کو غلامی میں رکھنا اور انسانوں کی ہلاکت کے سامان تیار کرنا نہیں ہوں گے۔ کمیونسٹ سماج کے سائنس دان فطرت کی قوتوں کو تسخیر کریں گے اور ادب دنیا میں امن کا پرچار کرنے کے لئے ہوگا۔ (اُردو متن کا مدن)

۷۱۔ سرمایہ داروں کے پاس قوم پرستی کا مفہوم یہ ہے کہ ان کے مفادات کی نگرانی کے لئے جغرافیائی حد بندی جو اقتصادی بنیاد پر کی گئی ہے اُس کی حفاظت اور نگہبانی کرے۔ اپنے وطن سے محبت کا مفہوم یہ ہے کہ دوسروں کے وطن سے نفرت کی جائے۔ جبکہ مختلف ملکوں کے مزدوروں میں کوئی تصادم نہیں جیسے کہ سرمایہ داروں کے اپنے مفادات دوسرے ملکوں کے سرمایہ داروں کے مفادات سے ہے تضاد رکھتے ہیں۔ مزدور اپنے وطن کے لوگوں سے محنت کرتے ہیں۔ اس لئے

چاہتے ہیں کہ تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لے کر دنیا کے تمام ملکوں سے دوستی کی جائے تاکہ دنیا میں امن، آزادی اور خوشحالی ہو اس سے توم متفق نہیں۔ (اُردو متن کا مدن)

۷۲۔ سماج میں جس قسم کے رشتے، ملکیت کے تعلقات ہوتے ہیں، اس سماج کے خیالات، قوانین اور فلسفیانہ نظریوں کی بنیاد انہی پیداواری رشتوں کے تعلق سے ہوتی ہے۔ اس لئے جب ان پیداواری رشتوں میں تبدیلی واقع ہوتی ہے تو خیالات اور فلسفیانہ نظریات بھی بدل جاتے ہیں جس کی وجہ قوانین میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ پچھلے کئی ہزار برسوں میں ہم دیکھتے آئے ہیں کہ سماج کے پیداواری تعلقات بدلتے آئے ہیں۔ لیکن ان تمام تبدیلیوں میں ایک چیز ہمیشہ مشترک رہی کہ ایک حکمران طبقہ خواہ وہ جاگیردار، فیکٹری کا مالک کارخانے دار کوئی بھی ہو وہ محنت کش عوام یعنی مزدور کسان کی محنت کا استحصال جاری رکھتا ہے کمیونسٹ سرے سے ہی ان پیداواری رشتوں، انسانی تعلقات کی اِس بنیاد ہی کو بدل دینا چاہتے ہیں اور طبقات کے فرق کو ختم کر دینا از بس ضروری سمجھتے ہیں۔ اس بنیادی فرق کو ختم کر دینا اتنی بڑی تبدیلی ہے کہ خیالات، فلسفیانہ نظریات، تصورات اور قوانین پر فیصلہ کن اثر پڑے گا جس کی وجہ انسان کے عقائد میں بھی بنیادی تبدیلی پیدا ہوگی۔ (اُردو متن کا مدن)

۷۳۔ مارکس کا نظریہ ہے کہ ریاست ایک طبقے کا وہ ہتھیار ہوتا ہے۔ جس سے وہ دوسرے طبقوں کو دبائے رکھتا ہے اور جب تک طبقات موجود ہوں گے۔ ریاست بھی موجود رہے گی اور جب طبقات کا فرق مٹ جائے گا تو ریاست بھی ختم ہو جائے گی۔ اس طبقات کے فرق کو ختم کرنے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک انقلاب برپا کیا جائے اور مزدور طبقہ ریاستی اقتدار پر قبضہ کرے اور مزدور طبقے کا راج قائم کرے۔ اس سماج میں جو لوگ ہوں گے وہ جسمانی اور دماغی محنت کرنے والے ہوں گے اور پورا سماج مزدور طبقے پر مشتمل ہوگا۔ اور یہی سچی اور مکمل جمہوریت ہے۔ اس جمہوریت کی ارتقائی مکمل تصویر۔ سوویت یونین، کیوبا، ویتنام اور دوسرے سوشلسٹ ممالک ہیں۔ ایسی مکمل جمہوریت کے بعد مارکس نے بتایا کہ ملک میں پولیس۔ فوج اور تعزیری قوانین کی ضرورت باقی نہیں رہے گی مگر ان سوشلسٹ جمہوریتوں میں ابھی پولیس، فوج اور تعزیری قوانین اس لئے رکھے گئے ہیں کہ ان ممالک کے آس پاس ابھی سرمایہ داری نظام موجود ہے جو اس گھات میں ہے کہ وہ اس سوشلسٹ نظام کو تباہ و برباد کر دے جیسے دوسری جنگ عظیم میں ہٹلر اور مسولینی مل کر سوویت یونین کو تباہ و برباد کر دینا چاہتے تھے۔

ریاست کے ختم ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مزدور طبقے کو اپنے وطن میں اور وطن سے باہر بھی تمام دشمنوں سے نجات مل جائے۔ (اردو متن کا مدون)

۷۴۔ ۱۸۱۴ء میں جب انگریزوں کے مقابلے میں نپولین کو شکست ہوئی تو انقلاب فرانس کے دشمنوں نے بادشاہ لوی آٹھارھوں کو فرانس کے تخت پر بیٹھا دیا۔ ۱۸۳۰ء تک لوی اور اس کے بعد چارلس دہم نے حکومت کی۔ ۱۸۳۰ء میں جب انقلاب کا جھونکا آیا تو چارلس دہم کی بادشاہت کا چراغ گل ہوگیا۔ سرمایہ دار طبقہ کامیاب ہوا اور اس نے اپنے چہنے ہوئے بادشاہ لوی فلپ کو تخت پر بٹھا کر آئینی بادشاہت قائم کردی۔

انگلستان کی شورش اصلاحات سے مراد ۱۸۳۱ء کی تحریک سے ہے اس کے نئے انتخابات میں انگلستان کے دارالعوام میں "وہگ پارٹی" یعنی سرمایہ داروں کے نمائندوں کی اکثریت ہوئی اور ان کی وزارت بنی اس وزارت نے قانون اصلاح کا ایک مسودہ پیش کیا جس کی رو سے درمیانی طبقے اور سرمایہ داروں کے کثیر افراد کو حق رائے دہندگی دینا تھا۔ یہ مسودہ دارالعوام سے تو منظور ہو گیا مگر دارالامراء جس میں جاگیرداروں کی اکثریت تھی، اسے نامنظور کردیا۔ اس پر "وہگ پارٹی" نے وزارت سے استعفٰے دے دیا۔ اس پر پورے ملک پر عوام اور مزدوروں نے اس قانون کی حمایت میں زبردست مظاہرے کئے اور دارالامراء کو یہ مسودہ منظور کرنا پڑا۔ اس تاریخی جدوجہد میں مزدوروں نے سرمایہ داروں کی پوری مدد کی تھی اور دارالامراء کے جاگیرداروں کو قانون اصلاح ماننے پر مجبور کردیا تھا۔ مگر جب "وہگ پارٹی" دوبارہ برسر اقتدار آئی تو پھر بھی مزدوروں کو رائے دہندگی کا حق نہیں دیا۔ (اردو متن کا مدون)

۷۵۔ ۱۶۶۰ء- ۱۶۸۹ء انگریزی مراجعت شاہی ہی نہیں، بلکہ ۱۸۱۴ء- ۱۸۳۰ء کو فرانسیسی مراجعت شاہی کی بحالی (۱۸۸۸ء کے انگریزی ایڈیشن پر اینگلس کا حاشیہ)

۷۶۔ "فرانسیسی وراثت پسند زمین دار امراء کی جماعت تھی، بوربون خاندان کی مراجعت کی حمایت کرتی تھی۔ (انگریزی ایڈیشن کا ایڈیٹر)

۷۷۔ "نوجوان انگلستان"، برطانوی قدامت پسندوں، امراء، اہلِ سیاست، اور اہل ادب ان کا گروہ جو ۱۸۴۲ء کے لگ بھگ تشکیل پایا تھا۔ ڈزرائیلی، تھامس کارلائل اور دوسرے لوگ ان میں ممتاز تھے۔ (انگریزی ایڈیشن کا ایڈیٹر) لیکن جب یہی ڈزرائیلی انگلستان کا وزیر اعظم بنا تو اپنی سامراج نوازی میں اپنے

پیش روؤں سے بھی سبقت لے گیا۔ (اردو متن کا مدیر)

۷۸۔ اس کا اطلاق خاص کر جرمنی پر لاگو ہوتا ہے۔ جہاں زمیندار، امرا اور دیہی شرفا اپنی اراضی کے بڑے بڑے ٹکڑے خود اپنے لئے، اپنے گماشتوں سے کاشت کرواتے ہیں اور اس کے علاوہ کثرت سے چقندر اور آلو کی شراب کشید کرواتے ہیں۔ لیکن ان سے زیادہ برطانوی امرا اب تک ان سے کچھ بالاتر ہیں، وہ جانتے ہیں کہ مشترکہ سرمائے کی (نقلی) کمپنیاں کھولنے والوں کو اپنا نام مستعار دے کر گھٹتے ہوئے لگانوں کو کس طرح پورا کیا جا سکتا ہے۔ (۱۸۹۰ء انگریزی ایڈیشن پر اینگلس کا حاشیہ)

۷۹۔ سیس موں دی ۱۷۷۳ء-۱۸۴۲ء فرانس کا رہنے والا اور علم معاشیات کا زبردست ماہر تھا۔ مارکس کی رائے میں وہی اس علم کا قابلِ قدر نقاد بھی ہے، اور اسی لئے اس کی رجعت پسندی کے باوجود مارکس اس کی قدر کیا کرتے تھے۔ (اردو متن کا مدیر)

۸۰۔ ۱۸۴۸ء کے انقلابی طوفان نے اس سارے لچر رجحان کا صفایا کر دیا، اور اس کے مجاہدوں کے دل سے اشتراکیت کے ساتھ مزید دل لگی کرنے کا شوق دفع کر دیا۔ اس رجحان کا اعلا نمائندہ ٹکسالی مثال "کالی گرومین" ہے۔ (۱۸۹۰ء کے جرمن ایڈیشن پر اینگلس کا حاشیہ)

۸۱۔ ۱۷۶۰ء-۱۷۹۷ء کے انقلاب فرانس کے زمانے میں بابوف (بابیوف) "یکجہتی جمہوریت" کا علم بردار تھا۔ اور اسے کمیونسٹ تو نہیں مگر کمیونسٹوں کا پیش رو ضرور کہا جا سکتا ہے۔ کمیونسٹ خیالات کے ارتقاء میں بابوف کی اہمیت نہیں، مگر عملی طور پر مزدور طبقے کو انقلابی تنظیم کا سبق دینے میں بابوف کا بڑا ہاتھ ہے۔ ۱۷۹۷ء میں بابوف کو پھانسی دیدی گئی۔ (اردو متن کا مدیر)

۸۲۔ وہ جماعت جس کی نمائندگی اس وقت پارلیمنٹ میں "لیدرو رولاں" ادب میں "لوی بلان" اور اخباری صحافت میں "ریفارم" کرتا تھا۔ اشتراکی جمہوریت کا نام "اس کے ان موجدوں سمیت جمہوریت پسند یا عمومیت پسند جماعت کے ایک گروہ کو ظاہر کرتا ہے، جس پر کم و بیش اشتراکیت کا رنگ چڑھا ہوا تھا۔ (۱۸۸۸ء کے انگریزی ایڈیشن میں اینگلس کا حاشیہ)

فرانس میں جو جماعت اس وقت اپنے آپ کو اشتراکی جمہوریت پسند کہتی تھی، اس کی نمائندگی سیاسی زندگی میں "لیدرو رولاں" اور ادب میں "لوی بلان" کرتا تھا، اس طرح وہ موجودہ زمانے کی جرمن اشتراکیت کی جمہوریت پسندی سے بے حد مختلف تھی۔ (۱۸۹۰ء کے جرمن ایڈیشن میں اینگلس کا حاشیہ)

۸۳۔ اصل جرمن متن میں کلائن بورژ گرائی (Kleinburgerei) مارکس اور اینگلس نے یہ اصطلاح شہری پیتی بورژوا کے رجعت پسند عناصر کی تعریف بیان کرنے کے لئے استعمال کی تھی۔ (اردو مترجم)

۸۴۔ فلانستر (Phalansteres) شارل فوریئے کے منصوبے پر مبنی اشتراکی نوآبادیاں تھیں" اکاریا" وہ نام تھا جو کابے نے اپنے یوٹوپیا کا اور بعد میں اپنی امریکی اشتمالی نوآبادی کا رکھا تھا۔ (۱۸۸۸ء کے انگریزی ایڈیشن میں اینگلس کا حاشیہ)

۸۵۔ "گھریلو نوآبادیاں" روئن اپنے مثالی اشتمالی معاشروں کو کہتا تھا۔ فلانستر اُن عوامی محلات کا نام تھا جن کا منصوبہ فوریئے نے بنایا تھا۔ (۱۸۸۰ء کے جرمن ایڈیشن میں اینگلس کا حاشیہ)

۸۶۔ Icaria "آیکاریا" اُس یوٹوپیائی ملک کا نام تھا، جس کے اشتمالی اداروں کی تصویر کابے نے کھینچی ہے۔ (۱۸۸۰ء کے جرمن ایڈیشن میں اینگلس کا حاشیہ)

ختم شد

فصیح الدین سالار نے احمد برادرز۔ ناظم آباد کراچی سے چھپوا کر
"عوامی فکری محاذ"۔ ۱۱۶۔آر۔بلاک ۲۔پی۔ای۔سی۔ایچ سوسائٹی
کراچی نمبر ۲۹ سے شائع کیا۔

عوامی فکری محـــاذ